عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۱۴ تا ۲۰ شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ مئی ۲۰۱۸ء | شمارہ ۱۷

شب برأت اور شریعت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی دستاویزات

انسانی حقوق کی علمبردار

عقائدِ باطلہ کے مقابلہ کی ضرورت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

عدت کے احکام

س:...... مفتی صاحب! آپ سے سوال یہ پوچھنا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں بیوہ کے لئے کیا احکامات ہیں؟ دوران عدت بیوہ کے لئے گھر سے نکلنا کن صورتوں میں درست ہے اور وہ کہاں آجا سکتی ہے؟

ج:...... بیوہ کے لئے عدت کے ضروری احکام یہ ہیں:

۱:... شوہر کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے، یعنی ایک سو تیس دن۔ اگر چاند کی پہلی تاریخ کو انتقال ہوا ہو تو چار مہینے دس دن پورے کرے، خواہ مہینہ انتیس کا ہو یا تیس کا۔ ورنہ پھر ایک سو تیس دن پورے کرے۔

۲:... عدت کے دوران گھر میں کسی مخصوص جگہ میں بند ہو کر بیٹھنا ضروری نہیں، بلکہ پورے گھر میں جہاں چاہے رہے اور چلے پھرے۔

۳:... لیکن گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ اتنی غریب اور محتاج ہے کہ اس کے پاس گزارے کے لئے خرچ بھی نہیں اور اس کا کوئی انتظام بھی نہیں۔ نہ ہی شوہر ترکہ یا ورثہ میں کچھ چھوڑ کر گیا ہے کہ اس کا گزارا ہو جائے تو ایسی صورت میں محنت مزدوری کرنے کے لئے گھر سے جا سکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ دن، دن میں کام سے فارغ ہو کر گھر واپس آجائے اور رات اپنے گھر میں ہی گزارے رات کو گھر سے باہر رہنا یا بلا ضرورت گھر سے باہر رہنا جائز نہیں ہے۔

۴:... اسی طرح اگر بیمار ہو جائے اور مجبوری کے تحت ڈاکٹر کے پاس یا ہسپتال جانا پڑے تو بھی شرعاً اجازت ہے۔ محض سیر و تفریح کے لئے یا مٹرگشت کے لئے یا شادی بیاہ میں شرکت کے لئے یا کسی کی تعزیت کے لئے نکلنا جائز نہیں۔

۵:... عدت میں عورت کو بناؤ سنگھار کرنا، چوڑیاں پہننا، زیور پہننا، خوشبو پرفیوم وغیرہ لگانا یا خوشبو والی کوئی بھی چیز استعمال کرنا منع ہے۔ اسی طرح سرمہ لگانا، سر میں تیل لگانا، کنگھی کرنا، بالوں میں شیمپو کرنا، ہاتھوں میں مہندی لگانا، اچھے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے، ایسے معمولی کپڑے پہنے کہ جن میں زینت نہ ہو۔

۶:... نہانا یا سر دھونا عدت میں جائز ہے۔ اگر سر میں درد ہو تو تیل لگانا بھی جائز ہے، ضرورت کے وقت موٹے دندانوں کی کنگھی کرنا بھی جائز ہے۔

۷:... نامحرموں سے پردہ (مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، خالہ زاد، ماموں زاد سے) عدت میں بھی اور بغیر عدت کے بھی ہر عورت پر لازم اور ضروری ہے۔

یہ سارے عدت کے احکامات ہیں ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر مسلمان عورت ان احکامات پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر عمل کرے گی تو اجر و ثواب کی مستحق ہوگی اور اگر ان احکامات پر عمل نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور سزا کی مستحق ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس تحفظ ختم نبوت

ختم نبوت

جلد:۳۷ ۱۴ تا ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ مئی ۲۰۱۸ء شمارہ:۱۷

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی رحلت	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حضرت محمد ﷺ کی سیاسی دستاویزات	۷	ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی
کامیاب استاذ کی صفات	۱۱	ترتیب: مولانا محمد قاسم
شب برأت اور شریعت	۱۲	ڈاکٹر مفتی احمد خان
حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی وفات	۱۶	مولانا ندیم الواجدی
حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ	۱۸	مولانا زاہد الراشدی
عقائد باطلہ کے مقابلہ کی ضرورت	۲۰	مولانا شاہ عالم گورکھپوری
علماء کنونشن گجرات میں مولانا اللہ وسایا کا خطاب (۳)	۲۲	ادارہ
نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۹)	۲۶	حافظ عبیداللہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ

حج اور اس کے متعلقات

حدیث قدسی ۱: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ بندہ جس کو میں نے صحت عطا کی اور اس کے جسم کو تندرست رکھا اور اس کے رزق اور اس کی روزی میں فراخی کی اور اس پر پانچ سال گزرے، مگر وہ میری طرف نہیں آیا اور میرا مہمان نہ ہوا تو ایسا بندہ بے شک محروم ہے۔ (ابن حبان، بیہقی)

حدیث قدسی ۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے دن یعنی ۹ ذوالحجہ کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے پھر حاجیوں کے اجتماع پر فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ میرے پاس اس حال میں دور دور سے آئے ہیں کہ ان کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، مجھ کو پکارتے ہوئے، میری خدمت میں حاضر ہیں، میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ''الٰہی! فلاں شخص گناہگار ہے اور فلاں مرد اور فلاں عورت بھی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک میں نے ان سب کو بخش دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سوائے یوم عرفہ کے کوئی دن ایسا نہیں ہے جس دن اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہو۔ (شرح السنۃ)

حدیث قدسی ۳: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی تو آپ کو جواب دیا گیا: میں نے تمہاری امت کو بخش دیا، مگر حقوق العباد! میں ظالم سے مظلوم کا حق اور اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے کر مطمئن کردے اور ظالم کو بخش دے، اس سوال کا کوئی جواب عرفہ کی شام کو نہیں دیا گیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی صبح کو اپنی دعا کا دوبارہ اعادہ کیا تو آپ کی دعا ظالم کے متعلق بھی قبول کرلی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنسے یا آپ نے تبسم فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو کبھی اس موقع پر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی اور میری امت کو بخش دیا تو اپنے سر میں مٹی ڈالنی شروع کی اور چیخنا چلانا شروع کیا، تو اس کی گھبراہٹ اور چیخنے چلانے پر مجھے ہنسی آگئی۔ (بیہقی)

نماز اور معذورین

س:...... صحتی لحاظ سے اگر کوئی معذور ہو تو نماز کی ادائیگی کے حوالے سے شریعت کی کیا تعلیم ہے؟

ج:...... نماز کے حوالے سے صحتی لحاظ سے معذوروں کی دو قسمیں ہیں: ۱:... کی تفصیل گزشتہ شمارہ میں گزرچکی ہے۔

۲:... وہ معذور جو نماز کی ادائیگی کے حوالے سے نماز کے تعلیم کردہ طریقے کے مطابق نماز نہ ادا کرسکتے ہوں مثلاً وہ لوگ جو اپنی کسی کمزوری، بیماری، معذوری کی وجہ سے کھڑے نہ رہ سکتے ہوں یا کھڑے رہنے کی صورت میں بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو یا بیماری میں اگرچہ اضافہ نہ ہوتا ہو لیکن صحت کے ملنے میں زیادہ وقت لگ جانے کا خدشہ ہو تو ایسے شخص کو نماز تو معاف نہیں، البتہ اسے نماز کھڑے ہوکر پڑھنے کے بجائے قبلہ رخ زمین پر قعدے میں بیٹھنے کی شکل میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اگر قعدے میں بتلائی گئی صورت میں بیٹھنا بھی ممکن نہ ہو تو قبلہ رخ بیٹھنے میں جیسے آسانی ہو ویسے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر زمین پر بتلائی ہوئی ہیئت کے مطابق سجدہ نہ کرسکتا ہو تو اپنی آسانی کے مطابق سجدہ کرلے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو رکوع کے مقابلے میں سر کو ذرا زیادہ جھکاتے ہوئے اشارے سے سجدہ کرے۔ اگر زمین پر بیٹھنا ہی ممکن نہ ہو تو کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدے اشاروں سے کرلے۔ سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے تھوڑا زیادہ جھک کر کرے نیز سجدے کے اشارے میں بھی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہی رکھے اگر کرسی وغیرہ پر بیٹھنا بھی ممکن نہ ہو تو قبلے کی طرف پیر کرکے لیٹ جائے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اسے تھوڑا سا اونچا کرلے اور رکوع سجدوں کے اشارے سر سے کرے رکوع کے لئے تھوڑا کم اور سجدے کے لئے تھوڑا زیادہ۔

س:...... اگر کسی شخص کو پانی نہ ملے یا پانی اس کے لئے نقصان دہ ہو اور تیمم کے لئے پاک مٹی بھی نہ ملے تو نماز کے حوالے سے شریعت کی کیا تعلیم ہے؟

ج:...... ایسا شخص معذور شمار ہوگا لیکن اس معذوری کی وجہ سے اسے نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی حالت میں نماز ادا کرے اور جب بھی اوپر ذکر کردہ وضو یا تیمم کی کسی بھی صورت پر قدرت حاصل ہوجائے تو وضو یا تیمم کرکے اس حالت میں ادا کی جانے والی نماز کو دوبارہ پڑھ لے۔ (اصطلاح میں اس کو تشبہ بالمصلی کہتے ہیں، یعنی نماز پڑھنے والے کی سی ہیئت (صورت) بنانا)۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرات کے قافلہ کے سرخیل قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے، پون صدی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہنے والے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے صاحبزادے وجانشین اوراس وقت دارالعلوم دیوبند کے حلقہ میں سب سے ممتاز ونمایاں علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی ۱۴اراپریل ۲۰۱۸ءکودیوبند میں وصال فرماگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد سالم قاسمی ۱۹۲۶ء میں دیوبند انڈیا میں پیدا ہوئے۔دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔انتہائی ذہین اور باصلاحیت عالم دین تھے۔وضع قطع، چال ڈھال، وقار ومتانت، علم وفضل، تحریر وتقریر میں اپنے والد کی علمی شان کا پرتو لئے ہوئے تھے۔فراغت کے بعد اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تدریس سے وابستہ ہوئے۔پھر اپنے والد گرامی حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب کے معاون اور نائب مہتمم کی خدمات سرانجام دینے لگے۔آپ کے اہم کارناموں میں سے دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن کا انتظام وانصرام کرنا بھی تھا۔جس نے اسلامیان ہند کو سرزمین ہند میں نقطۂ عروج پر پہنچا دیا تھا۔مولانا محمد سالم قاسمی نے افریقہ، امریکا، یورپ اور عرب وعجم کے تبلیغی دورے کئے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں آپ بڑے اہتمام کے ساتھ شرکت وخطاب سے ممنون احسان فرماتے۔مولانا محمد سالم کو اعزاز حاصل ہے کہ آپ اس وقت مسلم لاء بورڈ کے نائب صدر تھے۔ملی مجلس مشاورت کے رکن تھے۔دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مظاہر العلوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رکن تھے۔رابطہ المساجد کل ہند اور فقہ اکیڈمی کے سرپرست تھے۔

مولانا محمد سالم قاسمی کو مصر کی حکومت نے سرکاری سطح پر برصغیر کے ممتاز عالم دین کا نشان امتیاز دیا تھا۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شاہ ولی اللہ ایوارڈ سے بھی سرفراز ہوئے۔دیگر اعزازات وانعامات کی ایک فہرست ہوگی۔ان انعامات واعزازات نے آپ سے نسبت کا اعزاز حاصل کیا۔۱۹۸۳ء میں دیوبند کے اندر آپ نے دارالعلوم (وقف) کے نام سے نیا ادارہ قائم کیا۔اس کی کوہ قامت بلڈنگ اور فلک بوس علمی وجاہت اس وقت مدارس کی دنیا میں ایک وقیع مقام رکھتی ہے۔اس وقت آپ دارالعلوم وقف کے صدر مہتمم تھے۔کون نہیں جانتا کہ دارالعلوم

دیوبند کے بعض انتظامی نوعیت کے مسائل اختلاف رائے کا سبب بنے اور پھر انہوں نے خاندان نانوتوی اور خاندان مدنی میں دوریاں پیدا کردیں۔ لیکن یہ سن کر آپ خوشی محسوس کریں گے کہ پاکستان سے ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ انڈیا تشریف لے گئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے دفتر دہلی میں آپ کا قیام تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے میزبان حضرت مولانا سید اسعد مدنی سے ارشاد فرمایا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کی زیارت کے لئے جانا ہے اور وہاں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی عیادت بھی کرنا ہے۔ مولانا اسعد مدنی نے یہ سنا تو جھوم گئے۔ فرمایا: اچھا ہے آپ میرے ساتھ میری گاڑی پر چلیں۔ عرصہ ہوگیا کہ حضرت قاری صاحب کی عیادت کے لئے نہیں جاسکا۔ آپ کو وسیلہ بنا کر میں بھی عیادت کرلوں گا۔

فقیر راقم گواہ ہے کہ واپسی پر حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ بڑے مزے سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاری محمد طیبؒ سے ملنے کے لئے مولانا اسعد مدنی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ خیر خیریت، حال احوال، رسم ملاقات ادا کرنے کے بعد دونوں حضرات حضرت قاری محمد طیب صاحب، مولانا اسعد مدنی مجھے بھول گئے۔ آپس میں محبت بھری خیر خیریت سے گفتگو شروع کی۔ خاندانی طور پر بال بچوں کے احوال، گھریلو معاملات، ملکی وبین الاقوامی حالات پر تبادلۂ خیال ایک دوسرے کی رہنمائی ایسی محبت بھری گفتگو نے خوشی وانبساط، فرحت وسرور کا دلربا قلب و جگر کو منور کرنے والا ایسا ماحول بنادیا کہ دونوں حضرات ایک ہی گلدستہ کے خوشنما شگفتہ پھول لہلہانے لگے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں اپنی حاضری کو بھول گیا۔ ان حضرات کی باہمی محبتوں کے اس خوشنما ماحول کو دیکھا تو دل وفور جذبات سے نہال ہوگیا۔ گھنٹہ بھر سے زیادہ مجلس جاری رہی۔ خوب یادگار ونا قابل فراموش ملاقات سے فراغت پر ہم تینوں اپنی اپنی جگہ خوش تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہر دو حضرات کی اس ملاقات سے ’’اختلاف امت رحمت ہے‘‘ کی عملی شکل سامنے ملاحظہ کرلی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بڑے حضرات کے اختلافات کے حدود وقیود بھی قابل رشک ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ خبر بھی خوشی کا باعث ہوگی کہ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ نے اپنے وصال سے قبل مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کو خط لکھا کہ آپ کے پردادا میرے والد گرامی کے استاذ الاستاذ تھے اور وہ ہمارے حلقہ کے بڑے تھے۔ بعد میں ہمارے خاندانوں میں تشتت نے راہ پائی۔ کیا اچھا ہو کہ آپ (حضرت مولانا محمد سالم) اور میں (حضرت مولانا اسعد مدنی) آپس میں مل بیٹھیں اور اس اختلاف کو ختم کردیں۔ اگلی نسلوں میں یہ منتقل نہ ہو۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ خط کی پہل مولانا اسعد مدنی نے کی ہوگی۔ لیکن جواب میں جس بڑے پن کا حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحبؒ نے ثبوت دیا وہ اکابر کی روایات کی بلند وبالا شان کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔ پھر ان حضرات کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا بھی شروع ہوا۔ تلخیاں رخصت ہوئیں۔ محبت کے گھٹا ٹوپ بادل چھاجوں برسے اور ان ہر دو حضرات نے کئی دہائیوں کے ایک روگ کو دور فرمادیا۔

حضرت مولانا قاری محمد سالم صاحب قاسمی نے میمنت لزوم قدم سے سرزمین پاکستان کو بارہا ممنون فرمایا۔ وہ اس وقت ہمارے دیوبندی حلقہ کی نامور دینی وروحانی شخصیت تھیں۔ ختم نبوت کے کام کے لئے بیرون ملک اور پاکستان دفتر مرکزیہ ملتان میں بارہا ان کی زیارت کا شرف حاصل رہا۔ بارہا جلسوں وکانفرنسوں میں بھی ساتھ رہا۔ وہ کیا گئے کہ ایک عالم سونا ہوگیا۔ کیوں نہیں کہ عالم کی وفات عالم کی وفات ہوا کرتی ہے۔ اور بس!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی دستاویزات

انسانی حقوق کی علمبردار

ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

رسول اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دستاویزات ہر قسم کے منفی رجحان سے ماورا خالص مثبت رویے اور اصولی تعلیمات کا مظہر ہیں۔ اسلام جس دعوت و تعلیم کا داعی ہے اس کا عملی نمونہ تو اس زمین پر جیتے جاگتے انسانوں کے درمیان پہلے ہی قائم کیا جا چکا تھا؛ البتہ اتمام حجت کی خاطر اور ابلاغ حق کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ اس وقت سے ۲۳ سال پہلے صفا کے پہاڑی وعظ سے جس عالمی دعوت کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس لئے اسے اتمام و اکمال کی منزل پر پہنچاتے ہوئے چند فقروں، چند باتوں کی صورت میں اسی سرزمین سے لوگوں تک پہنچایا جائے اور اس دین کی مبادیات و اساسیات کا احاطہ کر دیا جائے جس کی تبلیغ و اشاعت کے آپ مکلف بنائے گئے تھے۔ یہ رعایت بھی تھی کہ اسلام کے سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی اور ثقافتی نظام کی ان اقدار کو واضح کر دیا جائے جو آئندہ آنے والے زمانوں میں کارفرمائی کی مستحق تھیں اور جن کی تعمیل میں ہی انسانیت کی نجات مضمر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستاویزات میں جو کچھ ارشاد ہوا اس کے بارے میں اس حقیقت کا ادراک بہت ضروری ہے کہ وہ محض منصوبے، خیالی باتیں، واعظانہ موشگافیاں، آئندہ کا پروگرام، یا خواہشات و توقعات یا صرف تجاویز یا سفارشات قسم کی چیزیں نہ تھیں؛ بلکہ دین الٰہی کا عملی، تاریخی، تعبیری خاکہ اور دین و شریعت کی تکمیل کا جزو ہیں۔

اس نکتہ کی اہمیت و معنویت ان لوگوں کے ذہنوں میں زیادہ اجاگر ہو سکے گی جو یہ جانتے ہیں کہ عصر حاضر کی وہ دستاویز جو حقوق انسانی کی نقیب سمجھی جاتی ہے اور جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰/ دسمبر ۱۹۸۴ء کو منظور کیا تھا تجویز و سفارش سے زیادہ اہمیت نہیں تھی اور کسی مملکت کے لئے حقوق انسانی کے عالمی ضابطے Declaration Universal RightsofHuman کا تسلیم کرنا لازمی اور ضروری نہیں ہے۔ ایک مصنف کے بہ قول "یہ منشور تحفظ حقوق انسانی کے معاملے میں بالکل ناکارہ اور ناقابل اعتماد دستاویز ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

Brownlie.Lan)-Ed(Basic Documenton Human Rights elarendon preas oxford.1971/p106)

اس منشور کی حیثیت سراسر اخلاقی ہے، قانونی نقطۂ نظر سے اس کا کوئی وزن و مقام نہیں۔ (صلاح الدین، محمد۔ بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ ۱۹۷۷ء، ص:۲۶)

اس منشور کی رو سے جو معاشی اور سماجی حقوق منظور کئے گئے ہیں، وہ ایک بالغ نظر مبصر کے مطابق، اس اصطلاح کے تسلیم شدہ مفہوم کی رو سے حقوق ہی نہیں ہیں، یہ تو سماجی اور معاشی پالیسیوں کے محض اصول ہیں: (نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا عالمی منشور، بیت الحکمت لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۵۳۱) بلکہ کمیشن برائے انسانی حقوق میں ۱۹۷۴ء کو طے کئے جانے والے اصول کی روشنی میں گویا منشور کے اعلان سے ایک سال قبل ہی یہ طے ہو گیا کہ اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی کوئی ملک چاہے تو اس منشور پر از خود رضاکارانہ طور پر عملدرآمد کر سکتا ہے اور چاہے تو اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں بھی پھینک سکتا ہے۔

حقوق کا تصور:

اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی، سیاسی اور قانونی دستاویزات و فرمودات عملی ترغیب اور حکم کا درجہ رکھتے ہیں اور ان سے سرتابی، ان کی نافرمانی نہ صرف یہ کہ صلاح و فلاح آدمیت و انسانیت میں حارج ہے؛ بلکہ دین و دنیا دونوں میں نقصان و خسران کا باعث ہے۔ ان میں زندگی کے ان اصولوں کا دو ٹوک بیان ہے جن پر تعمیر حیات کا اصل مدار ہے۔ اور جن کے بغیر شعوری زندگی کا کوئی نقشہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ دستاویزات میں ان تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے جو دراصل پورے دین حق کی زندگی و تابندگی کا ثبوت ہیں اور جن کو روبہ عمل لائے بغیر کسی کامیاب انسانی معاشرہ کی تشکیل ممکن نہیں۔

یہ دستاویزات بنیادی انسانی حقوق کی علمبردار ہیں، جو پیغمبر انسانیت محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری کی گئی ہیں، کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھیں نہ کسی وقتی جذبے کی پیداوار، یہ نہ کسی طبقہ یا گروہ کی طرف سے دباؤ یا دھونس، دھاندلی سے

متاثر ہو کر جاری کی گئیں۔ یہ دراصل وہ انقلاب تھا جو ہر قسم کی انسانی، حکومتی، سیاسی، معاشرتی، معاشی یا معاہداتی منظوری سے بے نیاز وقت کی آواز بن کر گونجیں اور تمام انسانوں کے حقوق کے محافظ و نگراں کی حیثیت سے تمام زمانوں کے لئے قیامت تک کے لئے شرفِ آدمیت و احترامِ انسانیت کا چراغ روشن کر گئیں۔

ہمارا یہ بیان محض لفاظی یا عبارت آرائی قرار نہیں دیا جا سکتا اگر ہمارے سامنے عہد جدید میں بہت شہرت پانے والے اعلانات، معاہدات، دستاویزات اور نوشتہ ہائے حقوق کی حقیقت و ماہیت آشکارا ہو جائے۔ مثلاً آج کل انسانی حقوق اور آزادیوں کی بحث کا نقطۂ آغاز بالعموم ''میگنا کارٹا'' کو قرار دیا جاتا ہے؛ جب کہ یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اس منشور کا اجرا شہنشاہِ انگلستان (ہنری دوم کے بیٹے اور رچرڈ شیر دل کے بھائی) جان (۱۱۹۹ء تا ۱۲۱۶ء) نے تیرھویں صدی عیسوی (جون ۱۲۱۵ء) میں کیا تھا۔ (Marsh,Henry,Document tonNewCharlesandDavidLibertyof abbot,England,1971/ P.35,40) اور وہ بھی کس طرح؟ صریحاً سیاسی مصلحت کے تحت (خطبۂ حجۃ الوداع حقوق انسانی کا عالمی منشور، ص:۱۳۵)

امراکی بغاوت کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے اور حالات کے وقتی حل کے لئے ''میگنا کارٹا'' جاری کیا گیا۔ مطلب بالکل صاف ہے کہ اس میں کسی لحاظ سے ابدی، آفاقی، انسانی، عالمی پہلوؤں کی کار فرمائی موجود نہ تھی اور چونکہ اس منشور کا اجرا برطانوی تاریخ کے ایک مخصوص زمانے، مخصوص حالات میں، مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر، محدود عرصے کے لئے ہوا تھا، اس لئے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کی افادیت محدود، عارضی، وقتی اور مقامی تھی۔

علاوہ ازیں جس زمانے (جون ۱۲۱۵ء / ۱۳ ویں صدی عیسوی) میں میگنا کارٹا کو جاری کیا گیا اس وقت تک مسلمانوں کی تاریخ سیکڑوں نشیب و فراز دیکھ چکی تھی اور اسلام کے عطا کردہ حقوق اور آزادیوں کا شہرہ چاردانگ عالم میں ہو چکا تھا اور دنیا کے مختلف حصوں میں درج ذیل مسلمان حکمراں انسانی آزادیوں اور حقوق کی پاسداری کر رہے تھے۔ (ایضاً، ص:۱۳۶)

(۱) خلافت عباسیہ بغداد: خلیفہ ابوالعباس احمد بن مستضئ (ناصر الدین اللہ) ۵۷۵ تا ۶۲۲ھ/ ۱۱۷۹ء تا ۱۲۲۵ء)

(۲) ایوبیہ مصر: ملک عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب (۵۹۶ تا ۶۱۵ھ/ ۱۲۰۰ تا ۱۲۱۸ء)

(۳) موحدین اندلس: ابوعبداللہ محمد الملقب بہ ناصر (۵۹۵ تا ۶۱۰ھ/ ۱۱۹۹ تا ۱۲۱۴ء) سلطان ابو یعقوب الملقب بہ مستنصر (۶۱۰ تا ۶۲۰ھ/ ۱۲۱۴ء تا ۱۲۲۳ء)

(۴) ہندوستان میں سلطان شمس الدین التمش (۶۰۷ تا ۶۲۳ھ)

ان حقائق کے پیشِ نظر بہ آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ میگنا کارٹا کی اولیت عالمی تاریخی پس منظر اور انسانی حقوق اور آزادیوں کے حوالے سے میزانِ عدل پر کیا وقعت رکھتی ہے؟

میگنا کارٹا کے اجرا پر پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد فرانس کے اعلانِ حقوق انسانی و باشندگان (۱۷۸۹ء) نے بھی شہرت پائی۔ یہ اعلان ان تصورات کا نمایاں عکاس ہے جو انقلاب فرانس کے پس پشت کار فرما تھے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اعلان تھا جس نے آزادی کی شمع روشن کی۔ عہد جدید کی ایک اور اہم دستاویز امریکی نوشتہ حقوق (Rights of Bill) محررہ ۱۷۹۱ء ہے۔ (ایضاً، ص:۱۳۷) جو فرانس کے اعلانِ حقوق انسانی کی طرح دستوریت اور قانونیت کی اعلیٰ مثال خیال کی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ مدعا واضح ہو جاتا ہے کہ انسانی حقوق کے عالمی منشور ہونے کی اصل مصداق اگر کوئی دستاویز ہو سکتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستاویز ہیں اور اگر کوئی اعلان، منشور، دستور، نوشتہ بہ درجۂ آفاقیت، انسانی حقوق اور آزادیوں کی ضمانت بن سکتا ہے تو وہ بجز خطبۂ انقلاب، خطبۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں اور عرصۂ تاریخ میں اولیت کا تاج صرف خطبۂ حجۃ الوداع کو ہی پہنایا جا سکتا ہے۔

برابری کا تصور:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی سیاسی دستاویزات میں دیئے گئے حقوق، ضمانتیں اور

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

آزادیاں کسی مرد، ادارہ، کسی اجتماع، گروہ یا حکومت و سلطنت کی منظوری تائید و تجویز سے مشروط نہ تھیں، بلکہ اللہ رب العالمین کی حاکمیت کے تحت حاصل کردہ اختیارات سے کام لیتے ہوئے ہادیٔ اعظم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن منشورات انسانیت کا اجرأ فرما رہے تھے وہ اسی لیے نافذ العمل ہوگیا اور قیامت تک کے لئے ساری انسانیت کے لئے واجب الاذعان قرار پایا۔

ساتویں صدی عیسوی میں ظلم و جبر کے وسیع تناظر کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں ظلم و جبر کی مختلف سطحیں تھیں؛ تاہم ظالمانہ اور جابرانہ نظام کا اثر سب سے زیادہ معاشی سطح پر تھا اور اس معاملے میں ایران و روم، چین و ہندوستان، عرب و عجم کی تخصیص نہ تھی؛ کیونکہ ظلم و جبر، دراصل عیش پرستانہ طرز حیات اور اجارہ دارانہ و سرمایہ دارانہ ذہنیت کی پیداوار ہوتا ہے۔ اور اس زندگی کے نمائندے اور نمونے متمدن و غیر متمدن تمام معاشروں میں پائے جاتے تھے، بہرحال معاشی سطح پر جو ادارے اس وقت انسانیت کا لہو چوس رہے تھے، ان میں سرفہرست سود تھا جو نہ صرف یہ کہ معاشی ظلم کی ایک موثر صورت ہے؛ بلکہ تحفظِ مال کی نفی اور عدلِ اجتماعی کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحفظِ مال و ملکیت کے لئے جو مختلف احکام نافذ فرمائے اور جنہیں عدلِ اجتماعی کے نفاذ کے لئے محرک بنایا، ان کا خلاصہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبۂ جلیلہ میں بھی ارشاد فرمایا، اسی سلسلے میں فرمانِ رسالت یہ تھا کہ:

”جان لو! کہ جاہلیت کا تمام سودی کاروبار، اب باطل ہے؛ البتہ اپنی اصل رقم لینے کا تمہیں حق ہے کہ جس میں نہ تو اوروں پر ظلم ہو اور نہ تم پر ظلم (نقصان) ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات طے کردی ہے کہ سود (کی کوئی گنجائش نہیں)۔“ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، ص:۲۳۳)

اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”دیکھو! میں نے حق پہنچادیا ہے، پس اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچادے۔“ (خطبہ حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا عالمی منشور، بحوالہ التیر از)

یہ بھی فرمایا: ”لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کا جداگانہ حصہ مقرر کردیا ہے؛ اس لئے اب وارث کے حق میں (ایک تہائی سے زائد میں) کوئی وصیت جائز نہیں۔“ (ابن کثیر، ج۵، ص:۱۹۸)

پھر کہا: ”قرض قابل ادائگی ہے۔ (شبلی نعمانی سیرۃ النبی، ج۲، ص:۱۵۸) عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہئے۔“ (ابن کثیر، ج۵، ص:۹۸۱)

یہ بھی ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھا: ”لوگو! میری بات سن لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور تمام مسلمان باہم رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں۔ پس کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کا مال لے؛ مگر یہ کہ وہ برضا و رغبت دینا پسند کرے۔ (ابن ہشام، ج۴، ص:۲۵۴)

سماجی انصاف:

سید الاولین والآخرین کے کارہائے نمایاں میں سے یہ کارنامہ یقیناً عظیم ترین متصور ہوگا کہ ان ہی کی تشریف آوری کی برکت سے انسان، معراج انسانیت پر فائز ہوا، آپ ہی کے سبب انسانی فضیلت و احترام اور تکریم و شرفِ آدمیت کی قندیل روشن ہوئی اور آپ ہی کے فیضِ کرم سے دنیا کو حقوقِ انسانی کی سوغات ملی، اور تاریخ میں پہلی مرتبہ انسان کے وقار و احترام کی حقیقی ضمانت دی گئی۔ انسان کے بحیثیت انسان حقوق و فرائض متعین ہوئے اور تمام انسانوں کو ایک ہی رشتۂ مؤدّت و محبت میں یوں پیوست کردیا گیا کہ تقویٰ کے سوا، رنگ و نسل، زبان و وطن، ذات پات، اعلیٰ و ادنیٰ کا ہر امتیاز بے وقعت ٹھہرا اور خون و خاندان، دولت و سامان عہدہ و منصب، قومیت و قبائلیت کا ہر فرق بے معنی قرار پایا اور یہ طے کردیا گیا کہ سب کے سب انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، ایک ہیں کہ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک برابر کی عزت و وقعت اور اعزاز و احترام کا سزاوار ہے۔

عہد نبوی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زریں میں انسان درجۂ تذلل کی انتہائی پستیوں سے نکل کر آبرومندانہ زندگی گزارنے کے قابل بنا، اور اسے اس مثالی معاشرہ و ریاست میں وہ تمام سیاسی و سماجی اور قانونی و ثقافتی حقوق عملاً حاصل ہوئے۔ جن کا اس زمانہ میں تصور

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

بھی محال تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پاکیزہ الہامی تعلیمات کے ذریعے ذہن وفکر کے سانچے بدلے گئے اور ایسے انتظامات کئے گئے کہ قتل و غارت گری، خونریزی وسفاکی اور عداوت وشقاوت کا ہر دروازہ بند ہو جائے اور معاشرہ کا ہر فرد دوسرے فرد کی جان ومال، عزت وآبرو اور نجی وشخصی زندگی کا محافظ بن جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کارنامے اپنے خاص تاریخی پس منظر کے سبب اور زیادہ وقیع اس لئے نظر آتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی کی معلوم دنیا میں انسان ہر شرف سے محروم، پستی وذلت کی آخری انتہا پہ کھڑا تھا، دنیا کے جو علاقے تہذیب و تمدن سے عاری مشہور ہیں، اس وقت انسانیت و آدمیت کے لئے موجب ننگ و عار تھے، انسانی اخوت بربنائے انسانیت اور مساوات بربنائے وحدت آدمیت کا چلن اس عہد میں نہ تھا، دنیا میں ہر جگہ، ہر خطہ ہر علاقے میں انسان طبقوں میں بٹا ہوا تھا، سماجی تقسیم کہاں نہیں تھی، اونچ نیچ ذات پات، آقا و غلام، ادنیٰ و اعلیٰ کے پیمانے الگ، ان کی حیثیت و مرتبہ جدا ان سے سلوک مختلف، سب جگہ تھا، روم، ہندوستان، ایران وعرب، ہر ملک ہر خطہ میں اخوت و مساوات بے معنی الفاظ تھے، اور اقتدار واختیار ودولت وثروت کے آگے ہر شرف ہیچ تھا، خود غرضی وعیاشی، بغض وانتقام اور انانیت وشیطانیت کے عفریت، انسانیت کو ہر سمت سے ڈس رہے تھے، ایسی کرب ناک ذلتوں سے آدمی کو نکالنے والے آقا، اور حیات نو کا پیغام سنانے والے، مزمل و مدثر نے ان دستاویزات خصوصاً حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

''لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔(ایضاً، ص:۲۵۰) تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز ومحترم وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، ہاں! اگر تقویٰ کے سبب۔ (خطبہ حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا عالمی منشور، ص:۶۳۲، بحوالہ طبرانی، ص:۴)

پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر اعلان فرمایا: ''لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو، آپس میں ایک دوسرے پر حرام ومحترم ہے (جس طرح یہ دن محترم ہے، یہ مہینہ محترم ہے) قیامت تک کے لئے۔'' (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب حجۃ الوداع)

پھر کہا:

''دیکھو! میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔'' (احمد الامام، المسند، ترتیب احمد محمد شاکر، دار المعارف، مصر ۱۹۵۰ء، ج۶، ص:۳۰۲)

اور پھر فرمایا:

لوگو! میری بات سنو اور سمجھ لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور ایک مومن دوسرے مومن کے لئے (آج کے دن کی طرح محترم ہے) کہ اس کا گوشت دوسرے مومن پر حرام ہے کہ اسے کھائے، پیٹھ پیچھے، اس کی غیبت کرکے، اور اس کی آبرو بھی دوسرے (مومن) پر حرام ہے کہ اس پر ہاتھ ڈالے (اور اس کی قبائے عزت کو پھاڑ ڈالے) اور اس کا چہرہ بھی حرام ہے کہ اس پر مارے اور اسے اذیت پہنچانا بھی حرام ہے اور یہ بھی (حرام ہے) کہ اسے دھتکارے اور ذلیل وخوار کرے۔'' (خطبہ حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا عالمی منشور، ص:۶۳۲)

آپ کا ارشاد گرامی تھا: ''مجھ سے سن لو! تم زندگی اس طرح گزارنا کہ ظلم نہ کرنا، خبردار، ظلم نہ کرنا! سنو، ظلم نہ کرنا۔'' (ابن کثیر، ج۵، ص:۲۰۱)

یہ بھی کہا: ''پس آپس میں ایک دوسرے کی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔'' (ابن ہشام، ج۴، ص:۲۵۲)

فرمان رسالت تھا: ''ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔'' (ابن کثیر، ج۵، ص:۱۹۸)

ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔'' (شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج۲، ص:۱۹۴)

یہ بھی فرمایا: ''لوگو! سنو اور اطاعت کرو! اگرچہ تم پر کوئی ایسا نکلا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا جائے۔ جو تم میں کتاب اللہ تعالیٰ کو قائم کرے۔'' (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۲، ص:۱۸۵)

(باقی آئندہ)

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

کامیاب استاذ کی صفات

خطاب: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)

ضبط وترتیب: مولانا محمد قاسم

خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:

آپ سے ایک گزارش تو یہ کرنی ہے کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں اپنے دین کے شعبہ سے جوڑ دیا۔ ذرا اپنے ماحول کو دیکھیں! دائیں بائیں دیکھیں! ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں انسان وہ ہیں جن کو پتہ ہی نہیں کہ ان کا خالق، ان کا مالک کون ہے؟ جن کو پتہ ہی نہیں کہ ہمارے عزائم کیا ہیں؟ جن کو پتہ ہی نہیں کہ دایاں بایاں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس ماحول میں آپ کو اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائی اور پھر اپنے دین کی خدمت کے لئے آپ کو چن لیا، اس پر ہم جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، یہ کم ہے۔ اور یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے، اللہ اس کو کبھی بھوکا نہیں رکھتا۔ آج تک ہم نے تاریخ میں، نہ اس زمانہ میں کوئی خبر سنی ہے کہ کوئی قاری صاحب، کوئی مولوی صاحب بھوکا مر گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کی غذا اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ ہمارے بزرگوں کے جذبات کیسے تھے؟ میں اپنے شیخ محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کا واقعہ بیان کرتا ہوں جو میں نے خود ان سے سنا ہے، ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں بعض دفعہ سوچتا ہوں کہ اگر جتنے بھی دین کے کام ہیں، ان سب کے راستے مجھ پر بند کر دیے جائیں تو میں کیا کروں گا؟ فرمایا کہ میں ایک گاؤں چلا جاؤں گا اور گاؤں میں جا کر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور اس کے بعد اس گاؤں میں جو مسجد ویران پڑی ہوئی ہے، جہاں کوئی نماز کے لئے نہیں آتا، اذان کے لئے نہیں آتا، وہاں جا کر اس کو صاف کروں گا، صفائی کرنے کے بعد جب نماز کا وقت ہوگا تو میں اذان دوں گا، اذان دینے کے بعد پھر میں گلیوں میں پھروں گا اور لوگوں سے کہوں گا: آؤ نماز کے لئے! آؤ نماز کے لئے! جب وہ نماز کے لئے آئیں گے تو ان کو نماز پڑھاؤں گا اور نماز پڑھانے کے بعد ان سے کہوں گا کہ جاؤ، اپنے بچوں کو بھیجو! میں ان کو قاعدہ اور قرآن پڑھاؤں گا۔ یہ جذبات تھے ہمارے بزرگوں کے۔ اور ساتھ ساتھ یہ کہ آپ سب جانتے ہیں، ماشاء اللہ! علماء بھی ہیں، سب پڑھے لکھے ہیں کہ ایک اچھے استاذ کی صفات کیا ہونی چاہئیں؟ ایک کامیاب استاذ کی صفات کیا ہونی چاہئیں؟ ہمارے ایک بزرگ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے اس پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے: ”صفات المعلم“، عربی میں ہے، لیکن افسوس کہ اس کے نسخے یہاں ملتے نہیں ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ اساتذہ اپنے بچوں یعنی اپنی روحانی اولاد کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں جیسے اپنے حقیقی اور سگے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

ابھی آپ نے سن لیا مولانا سے کہ حدیث میں آتا ہے: مرنے کے بعد انسان کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، پہلے نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، زکاۃ دیتا تھا، اب یہ چیزیں ختم ہو گئیں۔ لیکن چند اعمال ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا اجر جاری رہتا ہے، اجر و ثواب ملتا رہتا ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ نیک اولاد ہو اور یہ بھی ہے کہ علم جو اس نے پھیلایا ہے، اس علم کو پڑھانے والے جتنا آگے پڑھا رہے ہیں، جتنا ان کو اجر مل رہا ہے، اس کو بھی مل رہا ہے۔ مجھے یاد آیا! افریقا کے ایک سفر میں، میں حضرت بنوریؒ کے ساتھ تھا، بعض لوگ میرے بارہ میں حضرت سے پوچھتے کہ یہ آپ کا بیٹا ہے؟ حضرت فرماتے: ہاں! یہ میرا روحانی بیٹا ہے۔ تو آپ کے یہ روحانی بیٹے ہیں، اسی جذبہ کے ساتھ انہیں پڑھانا چاہئے۔ اور جب امتحان لیں تو امتحان کے اندر بھی ان چیزوں کا خیال رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں یہ ہے کہ آپ ہر چیز میں نرمی اختیار فرماتے تھے۔ یہ نہ ہو کہ آپ ایسے سوالات منتخب کریں کہ وہ بے چارہ چکرا کر رہ جائے! نہ اتنے آسان ہوں کہ بچوں کا کھیل ہے اور نہ ہی اتنے چیستان بنا کر پیش کریں کہ وہ گھبراتا رہے، درمیانے سوال ہونے چاہئیں۔ آپ حضرات کو ایسا ہونا چاہئے کہ بچے بھی یہ محسوس کریں کہ استاذ ہمارا روحانی باپ ہے۔ جب یہ فضا ہوگی تو ان شاء اللہ! اس فضا کے اندر جو تعلیم ہوگی تو اس کا بھی اثر ہوگا۔ بچہ بھی خوش ہو کر پڑھے گا۔ میں اکثر ایسے موقعوں پر کہا کرتا ہوں کہ بھائی! آپ اپنا طرز ایسا رکھیں کہ صبح سویرے جب بچے گھروں سے نکلیں تو خوشی خوشی بھاگے ہوئے آئیں کہ ہمیں قاری صاحب کے پاس جانا ہے۔

یہ نہ ہو کہ باپ کہے: چلو بچو! اور وہ چیخ رہا ہے، رو رہا ہے کہ میں نہیں جاؤں گا، اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ آگے جلاد بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے، بھائی! اپنے اندر اعتدال پیدا کریں، شفقت پیدا کریں تو ان شاء اللہ! آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور آپ کے تلامذہ کو بھی فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین! ☆☆

شبِ برأت اور شریعت

ڈاکٹر مفتی احمد خان، استاد و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ فاروقیہ کراچی

شعبان کی فضیلت:

شعبان المعظم اسلامی کیلنڈر کے مطابق آٹھواں مہینہ ہے، اس ماہ کی بہت سی فضیلتیں احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔

شعبان کی نسبت رسول اللہ کے ساتھ:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔''

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر و دیلمی، فیض القدیر)

شعبان کے چاند اور تاریخ کا اہتمام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ حکم فرمایا کہ ''احصوا ھلال شعبان لرمضان'' ''رمضان کے لئے شعبان کے چاند کو اچھی طرح یاد رکھو۔ (ترمذی)

شعبان میں برکت کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ رَجَبَ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان۔''

ترجمہ: ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔

(مسند احمد، رقم الحدیث 2228)

روزوں کا اہتمام:

ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے بعد سب سے زیادہ اس ماہ میں روزوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رمضان کے علاوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے شعبان کے، کہ اس کے تقریباً پورے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے تھے۔

(بخاری، مسلم، ابوداود)

شعبان کے روزوں کا اہتمام:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینے میں (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رجب اور رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے جس کی برکت سے لوگ غافل ہیں، اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، میری خواہش ہے کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔ (نسائی، مسند احمد، ابوداؤد: 2076)

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ کیا آپ شعبان کے روزے بہت پسند کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سال انتقال کرنے والوں کے نام اس ماہ میں لکھتا ہے، میری خواہش ہے کہ میری موت کا فیصلہ اس حال میں ہو کہ میں روزے سے ہوں۔ (رواہ ابویعلیٰ) بعض دیگر احادیث میں شعبان کے آخری عشرے میں روزے رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ رمضان کے روزے رکھنے میں دشواری نہ ہو۔

رمضان کی تیاری کا مہینہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، (اس خطبے میں رمضان کی عظمتوں، برکتوں اور فضیلتوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا۔ (ترغیب وترہیب: 2/57)

شب برأت:

اسی طرح اس ماہ کو پندرہویں رات کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، جس کو قرآن کریم نے ''لیلۃ المبارکۃ''، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لیلۃ البرۃ'' فرمایا اور ہماری اصطلاح میں ''شب برأت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، شب برأت فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''نجات پانے کی رات'' کے ہیں، اس رات میں چونکہ بہت سے گناہ گاروں کو مغفرت مل جاتی ہے، اس لئے اس شب کو شب برأت کہا جاتا ہے، شب برأت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: تجھے معلوم ہے یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے، اللہ رب العزت اس رات میں اپنے بندوں پر رحمت کی نظر فرماتے ہیں، بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، رحم

چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں، کسی مسلمان کے بارے میں اپنے دل میں بغض رکھنے والوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔
(شعب الایمان للبیہقی 3/382)

مغفرت کی رات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں اور اس رات ہر کسی کی مغفرت کر دی جاتی ہے، سوائے اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض ہو۔ (اخرجہ البزار والبیہقی مجمع الزوائد للہیثمی)

اللہ تعالیٰ جسمِ مادی سے پاک ہیں، اس لئے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کی طرف اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش بندوں پر زیادہ ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کی دعا کو منظور اور توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔
(مجالس الابرار ص:210 مجلس نمبر:24)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پندرہویں شب میں تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور ساری مخلوق کی سوائے مشرک اور بغض رکھنے والوں کے سب کی مغفرت فرماتا ہے۔ (صحیح ابن حبان، طبرانی، وذکرہ الحافظ السیوطی فی ''الدر المنثور'')، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ''مسند احمد'' (176،2) میں اس کو الحافظ الہیثمی نے صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ''ابن ماجہ'' (کتاب اقامت الصلوٰۃ 1:/455) میں اس کو ناصر الدین البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابو ثعلبہ الخشنیؓ سے ''الطبرانی'' اور ''الدر المنثور'' میں بھی مروی ہے۔ (ایضاً)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ پاک اپنی مخلوق پر رحمت کی نظر فرماتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔'' (البزار مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سوائے مشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔
(اخرجہ البزار مجمع الزوائد للہیثمی)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو (اللہ پاک کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ''کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں؟ کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کردوں؟ اس وقت اللہ پاک سے جو (سچے دل کے ساتھ) مانگتا ہے اس کو (اس کی شان کے مطابق) ملتا ہے سوائے بدکار کے۔''
(شعب الایمان للبیہقی 3/383)

شب بیداری کرنے والے پر جنت واجب:

ایک روایت میں ہے کہ لیلۃ القدر کے بعد سب سے افضل رات شب برأت ہے، حضرت معاذ سے روایت ہے کہ جو آدمی پانچ راتوں میں شب بیداری کرے گا، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے، ان میں سے ایک شب برأت بھی ہے۔
(ترغیب وترہیب)

دعا رد نہیں ہوتی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے، ان میں سے ایک شب برأت بھی ہے۔ (بیہقی 2:/312)

شب برأت کی دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس رات (نفل) نماز کے سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: ''اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ، اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ، لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔''

پھر جب صبح ہوئی تو میں نے اس دعا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اس کو سیکھ لے اور دوسروں کو بھی سکھا دے، کیوں کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو سکھائی اور کہا کہ اسے سجدے میں بار بار پڑھوں۔
(عین ماثبت بالسنہ عن البیہقی والنسائی)

دوزخ سے آزادی کی رات:

ایک روایت میں ہے: اس رات اللہ قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتے ہیں۔ (ایضاً)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شب برأت انتہائی مبارک رات ہے، دعاؤں کی قبولیت کی رات ہے، جہنم سے برأت کی رات ہے، لوحِ قلم سے اہم فیصلے نازل ہونے کی رات ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔ اس رات میں نفلی عبادت کرنا، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعا وغیرہ کرنا، کرنے کے کام ہیں۔ لیکن کچھ بدبخت ایسے ہیں جو اس رات کی خیر اور برکت سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے، وہ یہ ہیں:

اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا، کینہ اور بغض

رکھنے والا، بدکار، کسی انسان کو ناحق قتل کرنے والا، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا، پاجامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا مرد، والدین کا نافرمان، شراب کا عادی۔

اس رات میں ان اعمال صالحہ کا خاص اہتمام کرنا چاہئے:

عشاء اور فجر کی نمازیں وقت پر ادا کریں۔ بقدر ہمت نفل نمازیں خاص کر نماز تہجد ادا کریں۔ اگر ممکن ہو تو صلوٰۃ التسبیح پڑھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور درود شریف کا اہتمام کریں۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں۔ اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں، خاص کر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں۔

۱۵رشعبان کا روزہ:

۱۵رشعبان کا روزہ ثابت نہیں، پس کوئی شخص اس نیت سے روزہ رکھے کہ یہ ایام بیض میں شامل ہے تو گنجائش ہے، لیکن ۱۵رشعبان کے روزے کے مخصوص ثواب کے اعتقاد سے روزہ رکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری: 1/170، فتاویٰ تاتارخانیہ: 2/164)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: کوئی ۱۵رشعبان کا روزہ اس نیت سے رکھے کہ شعبان کا دن ہے، اور پورے شعبان کے مہینے میں روزے رکھنے کی فضیلت ہے، اور اس وجہ سے رکھے کہ ۱۵ر تاریخ ایام بیض میں داخل ہے، تو ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا، لیکن خاص پندرہ تاریخ کے روزے کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا بعض علماء کرام کے نزدیک درست نہیں۔ (اصلاحی بیانات:4/273)

شب برأت کی بدعات:

شب برأت میں بہت سی ایسی خرافات اور بدعات کی جاتی ہیں جن کا دین اسلام اور شریعت محمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

حلوا پکانا، آتش بازی کرنا، اجتماعی طور پر قبرستان جانا، قبرستان میں عورتوں کا جانا، قبرستان میں چراغاں کرنا، مختلف قسم کی ڈیکوریشن کا اہتمام کرنا، عورتوں اور مردوں کا اختلاط کرنا، قبروں پر چادر چڑھانا، مسور کی دال پکانے کو ضروری سمجھنا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس رات میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور یہ دیکھتی ہیں کہ ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ یہ بات بغیر کسی دلیل کے ہے، لہٰذا یہ اعتقاد صحیح نہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو روحیں جنت میں ہیں ان کو آپ کے پکائے ہوئے کی ضرورت نہیں اور جو جہنم میں ہیں ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شب برأت سے پہلے کوئی مر جائے تو جب تک اس کے لئے شب برأت میں فاتحہ نہ کی جائے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ محض بے اصل بات ہے۔

''مغرب کی نماز کے بعد دو دو کر کے چھ رکعت پڑھنا اور ہر دو رکعت کے درمیان سورہ یاسین پڑھنا'' یہ بھی ثابت نہیں، سنت سمجھ کر یا شب برأت کا مخصوص عمل سمجھ کر کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض لوگوں نے اس رات میں برتنوں کا بدلنا، گھر کا لیپنا، کلی چونا، رنگ و روغن اور چراغوں کا زیادہ روشن کرنا وغیرہ بدعت (اختیار) کر لی ہے یہ بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔
(اصلاح الرسوم ص134)

ان خرافات اور بدعات کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: اس رات میں نفلی عبادت کرنا، (کبھی) موقع ملے تو چپکے سے قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعائے خیر کرنا، کرنے کے کام ہیں (جائز ہیں)۔ لیکن نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہو کر تقریب کی صورت بنانا، آتش بازی کرنا، حلوہ کا التزام کرنا جائز نہیں۔
(فتاویٰ محمودیہ:3/253، ادارہ الفاروق کراچی)

شب برأت میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگربتی جلانا رسم جہالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ:3/285، ادارہ الفاروق کراچی)

ان راتوں میں شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر و تسبیح، دعا، استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی... مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ:3/263، ادارہ الفاروق کراچی)

شب برأت میں بلا کسی قید و خصوصیت کے مطلق نماز کا ثبوت ہے، ہر شخص اپنے طور پر عبادت کرے، جس میں نمائش یا کسی اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی نہ ہو تو مستحسن ہے... اور اگر اس میں رسوم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی ہوگی تو بدعت ہے، ۱۵رشعبان کو مزاروں پر جانا منع نہیں ہے لیکن ۱۵رشعبان کی وجہ سے مسنون بھی نہیں ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ:3/265، ادارہ الفاروق کراچی)

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور انفراداً عبادت کے قائل ہیں، اس پر پوری امت کا اجماع ہے، اس رات میں کسی قسم کی عبادات کی تعیین، مختلف قسم کے تقییدات و اجتماعات وغیرہ سب خرافات و بدعات ہیں۔
(احسن الفتاویٰ:10/80)

اس رات میں قبرستان جانے کا حکم:

اس رات میں قبرستان میں جا کر اپنے عزیزوں کے لئے ایصال ثواب کرنا، دعائیں مانگنا اچھی بات ہے۔ احادیث میں اس کا حکم ہے، کبھی کبھی زیارت قبور کے لئے جانا چاہئے، لیکن خاص اس رات میں جانا، پھر وہاں جا کر مختلف قسم کی خرافات کا

انجام دینا.... چراغاں کرنا، اگربتی جلانا، ٹولیوں کی شکل میں جانا اور آنا، خصوصاً عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کرنا، یہ سارے کام شریعت کے خلاف ہیں۔ایسے موقع پر عورتوں کا قبرستان جانا سخت گناہ کا کام ہے۔اسی طرح مردوں کے لئے بھی اس رات میں قبرستان جانے کو ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: شب برأت میں قبرستان جانے کا خاص اہتمام کوئی ضروری نہیں ہے، کیوں کہ پوری زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ اس رات میں قبرستان جانا ثابت ہے۔

مسئلہ: شب برأت میں پوری رات جاگنا ضروری نہیں ہے، جتنا آسانی سے ممکن ہو عبادت کرلیں اور ساتھ میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی شخص کو آپ کے جاگنے کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

آتش بازی:

اس رات میں بلکہ اس سے کئی روز پہلے سے ہی آتش بازی شروع ہو جاتی ہے، پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں۔اس میں ایک تو اپنے مال کو ضائع کرنا ہے اور دوسرا بے جا اسراف ہے، جس سے متعلق قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے:''ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ''(بنی اسرائیل: 27) یعنی:''بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔'' اور ارشاد فرمایا:''ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین''(انعام: 141)یعنی: ''اسراف نہ کرو کیوں کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

یہ بھی تو عقل سے سوچنے کی بات ہے کہ کمائی کو اس مبارک رات میں نذرِ آتش کردینا کتنی افسوس کی بات ہے؟؟؟ نیز اس گناہِ بے لذت کے نتیجہ میں کتنی جانیں تلف ہوئیں، کتنے مکانات جل گئے؟ اور پٹاخوں کے شور شرابے سے مریضوں اور عبادات میں مشغول لوگوں کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے، اسی طرح بہت سی مساجد اور گھروں میں بے ضرورت لائٹس کا انتظام کیا جاتا ہے، چراغاں کیا جاتا ہے، یہ بھی درحقیقت ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے اور غیر قوموں کی نقالی اور مشابہت اختیار کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''من تشبہ بقوم فھو منھم''۔یعنی:''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے شمار ہوگا۔''(ابوداؤد) ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''من تشبہ بغیرنا فلیس منا''یعنی:''جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

ادھر آسمانی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے اور ادھر اس کا مقابلہ رسومات اور بدعات، آتش بازی، چراغاں اور دیگر خرافات کے ذریعے کیا جارہا ہے، اس سے بڑھ کر تعجب کی بات اور کیا ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہی سمجھ عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆..................☆☆

مچھلی

''عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال غزوت جیش الخبط وامر ابو عبیدۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فجعنا جوعا شدید افالقی البحر حوتا میتا لم تر مثلہ یقال لہ العنبر فاکلنا منہ نصف شھر فاخذ ابو عبیدۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عظما من عظامہ فمرّ الراکب تحتہ فلما قدمنا ذکرنا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال کلوا رزقا اخرجہ اللّٰہ الیکم واطعمونا ان کان معکم قال فارسلنا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منہ فاکلہ۔''

ترجمہ:''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے لشکر خبط کے ساتھ جہاد کیا۔اس لشکر کا سردار ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا، ہم کو بھوک نے بہت ستایا، انہی ایام میں دریا کے کنارے ایک مری ہوئی مچھلی ملی، ایسی بڑی مچھلی ہم نے نہیں دیکھی، اس کو عنبر کہا جاتا تھا، اس مچھلی کو ہم نے پندرہ دن تک کھایا۔ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی (اس کو کھڑا کیا) ایک اونٹ سوار اس کے نیچے سے نکل گیا، پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ ؐ نے فرمایا کھاؤ! اس رزق کو جس کو خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیجا ہے اور ہم کو بھی کھلاؤ اگر اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہو۔جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس مچھلی میں سے کچھ بھیجا اور آپ ؐ نے اس کو تناول فرمایا۔''

فائدہ: مچھلی کا گوشت جسم میں قوت مدافعت پیدا کرنے والی بہترین غذا ہے، یہ بدن میں خون پیدا کرتا ہے، بلغم کی پیدائش میں کمی کرتا ہے۔دل، جگر، دماغ، گردوں اور اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔حرارت عزیزی پیدا کرتا ہے جسم پر نکلے ہوئے زائد غدودوں اور گلٹیوں کو زائل کرتا ہے، چونکہ اس میں نشاستے دار اجزا نہیں ہوتے اس لئے یہ معدے پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کی وجہ سے کمزور معدے والے تمام مریضوں اور خاص کر سل کے مریضوں کے لئے ایک بہترین غذا ہے۔یہ پھیپھڑوں کو مضبوط بناتا ہے اور جسم کو تندرست اور صحیح و سفید بناتا ہے۔

ڈاکٹر غز اللہ ...

خطیب الاسلام حضرت

مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی وفات

مولانا ندیم الواجدی

خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، اپنے جد امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم و معارف کے امین، اپنے والد بزرگوار حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند کے حقیقی جانشین خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مولانا محمد سالم قاسمی کا شمار دار العلوم دیوبند کے ان ممتاز شیوخ اور علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی علمی، دینی، اصلاحی اور تدریسی خدمات سے ایک طویل تاریخ رقم کی ہے، ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں زندہ رہتے ہیں، وہ علم و عمل کا ایک ایسا آفتاب تھے جو علم کے افق پر لگ بھگ ستر برس تک روشن رہا، افسوس یہ آفتاب دیوبند کے قبرستان قاسمی میں غروب ہوگیا ہے۔

مولانا محمد سالم قاسمیؒ نانوتہ ضلع سہارنپور کے مشہور صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس خاندان نے امت کو بہت سے علماء و صلحاء عطا کئے ہیں، جن میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ وغیرہ حضرات کا ذکر کئے بغیر مغربی یوپی کی علمی اور دینی تاریخ آگے نہیں بڑھ سکتی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند کو اپنا وطن اور اپنی تعلیمی تحریک کا مرکز بنایا جس سے دار العلوم دیوبند وجود میں آیا، حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کی پیدائش حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے گھر میں ۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۸/ جنوری ۱۹۲۶ء کو ہوئی، اس لحاظ سے حضرت کی عمر ہجری تقویم کے اعتبار سے ۹۴ برس اور عیسوی سن کے اعتبار سے ۹۲ سال ہوئی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی والدہ ماجدہ رامپور منیہاران کے ایک علمی گھرانے کی چشم و چراغ تھیں، نہایت نیک، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار، معمولات کی پابند خاتون تھیں، مولانا کی ابتدائی تربیت قدیم علمی گھرانوں کی طرح والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی، ۱۳۵۱ھ میں تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا، ناظرہ اور حفظ قرآن کریم کی تکمیل پیر جی شریف گنگوہیؒ کے یہاں ہوئی، جو دار العلوم دیوبند میں درجہ حفظ کے استاذ تھے اور زندگی بھر آستانہ قاسمی کے ایک حجرے میں مقیم رہے، حفظ قرآن کے بعد دار العلوم دیوبند کے شعبۂ فارسی میں داخلہ لیا، فارسی کے اساتذہ میں مولانا محمد یاسین دیوبندیؒ، مولانا منظور احمد دیوبندیؒ اور مولانا سید حسن دیوبندیؒ بہ طور خاص قابل ذکر ہیں، ۱۳۶۲ھ میں عربی تعلیم کا آغاز ہوا، مکمل نصاب کی تکمیل اس وقت کے ماہر اور معروف اساتذہ کے ذریعے دار العلوم دیوبند میں ہوئی، حضرت کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا سید فخر الحسن مرادآبادیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا سید اختر حسین میاں صاحبؒ، حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا قاری اصغر صاحبؒ، حضرت مولانا عبد الاحد صاحب دیوبندیؒ جیسی عبقری شخصیات شامل ہیں، حضرت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے ۱۳۶۲ھ میں تھانہ بھون حاضر ہوکر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے درسِ نظامی کی سب سے پہلی کتاب میزان الصرف سبقاً سبقاً پڑھی، حضرت کے انتقال سے آج حضرت تھانویؒ سے براہ راست استفادہ کرنے والے حضرات کے سلسلۂ زریں کا خاتمہ بھی ہوگیا ہے، ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں فراغت حاصل کی۔

> طویل تدریسی زندگی کے دوران ہزاروں شاگردوں نے ان سے استفادہ کیا جو اب حضرت کی یادگار بن کر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، وقت کی پابندی، تدریس میں انہماک، غیر ضروری مشاغل سے گریز آپ کے مزاج میں شامل تھا، فارغ اوقات میں کتب بینی میں مشغول رہتے

آپ کے درسی ساتھیوں میں حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب پاکستانی، حضرت علامہ رفیق احمد بھینسانی، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، حضرت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا جلیل میاں حسین دیوبندی، حضرت مولانا فرید الوحیدی وغیرہ جیسے مشاہیر علماء شامل ہیں۔

فراغت کے فوراً بعد ہی دارالعلوم دیوبند میں استاذ کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا، ابتداء میں ترجمہ قرآن کریم اور نورالایضاح وغیرہ کتابوں کا درس دیا، بعد میں مشکوٰۃ، ہدایہ، شرح عقائد، نخبۃ الفکر، ابوداود اور بخاری شریف جیسی کتابوں کا درس بھی دیا، طویل تدریسی زندگی کے دوران ہزاروں شاگردوں نے ان سے استفادہ کیا جو اب حضرت کی یادگار بن کر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، وقت کی پابندی، تدریس میں انہماک، غیر ضروری مشاغل سے گریز آپ کے مزاج میں شامل تھا، فارغ اوقات میں کتب بینی میں مشغول رہتے، دعوتی اور اصلاحی اسفار کا طویل سلسلہ رہا، جو دارالعلوم دیوبند کی تدریس کے زمانے سے دو سال قبل تک بلا انقطاع جاری رہا، اس دوران دنیا بھر میں آمد و رفت رہی، اپنے والد بزرگوار کی طرح ہندوستان کے ہر شہر میں گئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے مواعظ سے استفادے کا موقع دیا، ان کے مواعظ کا مجموعہ ''خطبات خطیب الاسلام'' کے نام سے کئی جلدوں میں چھپ چکا ہے۔

دیوبند میں جامعہ دینیات کا قیام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ کے اہم کارناموں میں سے ایک ہے، یہ ادارہ حضرت کی فکری بلندی اور بالغ نظری کا آئینہ دار ہے، جو اس لئے قائم کیا گیا تاکہ یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں مصروف طلبہ مراسلاتی کورس کے ذریعہ دین کی تعلیم حاصل کرسکیں، اس ادارے سے اب تک لاکھوں طلبہ وطالبات استفادہ کرچکے ہیں، جامعہ دینیات کے نصاب ونظام کے مطابق ابتدائی دینیات، عالم دینیات اور فاضل دینیات کے لئے ہر سال ملک کے مختلف سینٹروں میں امتحان منعقد ہوتے ہیں، کامیاب امیدوار ملک کی متعدد یونی ورسٹیوں میں داخلے کے اہل سمجھے جاتے ہیں۔

اجلاس صد سالہ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں اختلافات رونما ہوئے اس کے نتیجے میں دارالعلوم دیوبند کے متعدد بڑے اساتذہ اور بہت سے ملازمین باہر آگئے، اس وقت دارالعلوم وقف دیوبند کی بنیاد رکھی گئی، یہ واقعہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۴ء کا ہے، اس نومولود دارالعلوم دیوبند کے اوّلین مہتمم کے طور پر حضرت کا انتخاب عمل میں آیا، آج یہ ادارہ بھی ملک کے بڑے اداروں کی صف میں شامل ہو چکا ہے، اہتمام کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا نے دارالعلوم وقف میں سال ہا سال تک بخاری شریف کا درس بھی دیا، کمزوری اور پیرانہ سالی کے باعث فی الوقت آپ اہتمام کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکے تھے، البتہ سرپرستی آخری لمحہ حیات تک جاری رہی۔

دارالعلوم وقف دیوبند کے اہتمام اور تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا، اس دوران کئی کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں ''مبادی التربیۃ الاسلامیہ'' عربی، ''تاج دار ارض حرم کا پیغام''، ''مرد غازی''، ''عظیم تاریخی خدمات'' وغیرہ قابل ذکر ہیں، سینکڑوں مضامین تشنہ طباعت موجود ہیں، حضرت نے دار المعارف کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا جس سے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تصانیف شائع فرمائیں۔

آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر تھے، اس کے علاوہ سال ہا سال تک آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے صدر بھی رہے، سرپرست اسلامک فقہ اکیڈمی، رکن کورٹ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ممبر مجلس شوریٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور، رکن مجلس انتظامیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی رہے، کئی اعزازات سے بھی نوازے گئے، مصری حکومت کی طرف سے نشانِ امتیاز دیا گیا، حضرت شاہ ولی اللہ ایوارڈ سے بھی سرفراز کئے گئے، پہلے بین الاقوامی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایوارڈ کے لئے بھی دنیا بھر کے منتخب علماء نے آپ ہی کا انتخاب کیا۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں، جناب محمد سلمان قاسمی مقیم پاکستان، مولانا محمد سفیان قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند، جناب محمد عدنان قاسمی، حافظ محمد عاصم قاسمی چیرمین طیب ٹرسٹ دیوبند اور دو صاحبزادیاں، محترمہ اسماء اعجاز اور محترمہ عظمیٰ ناہید ہیں، ثانی الذکر کا شمار ملک کی نہایت نامور اور فعال خواتین میں ہوتا ہے۔

ابتداء میں مولانا محمد سالم قاسمیؒ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد والد محترم سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور خلافت واجازت بیعت سے سرفراز ہوئے، حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کے مریدین ومتوسلین کی تعداد بھی لاکھوں سے متجاوز ہے، تقریباً سو اصحاب علم کو خلافت سے نوازا، حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ اپنے جدامجد حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف کے امین وترجمان تھے، ان کی ہر مجلس ان کے ذکر سے معمور رہتی تھی، درسی تقریروں میں اور علمی مجالس میں حضرت کی زبانِ گہربار سے فیوضِ قاسمیہ کی اشاعت کا سلسلہ لگ بھگ ستر برس تک جاری رہا، افسوس ۱۴/ اپریل ۲۰۱۸ء بروز شنبہ دن کے ۲ بج کر ۱۵ منٹ پر حضرت اپنے لاکھوں شاگردوں اور مریدوں کو بہ طورِ خاص دونوں دارالعلوموں کے ہزاروں طلبہ اور اہل دیوبند کو غم زدہ چھوڑ کر رخصت ہوگئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆..............☆☆

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

دارالعلوم (وقف) دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی علالت کے بارے میں کئی روز سے تشویشناک خبریں آرہی تھیں جبکہ گزشتہ روز کی خبروں نے اس تشویش میں مزید اضافہ کر دیا۔ اسی دوران خواب میں ان کی زیارت ہوئی، عمومی سی ملاقات تھی، میں نے عرض کیا کہ حضرت! دو چار روز کے لئے دیوبند میں حاضری کو جی چاہ رہا ہے مگر ویزے کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی، میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا: اچھا کچھ کرتے ہیں۔ خواب بس اتنا ہی ہے، اب خدا جانے پردۂ غیب میں کیا ہے، مگر یہ اطمینان ہے کہ خاندانِ قاسمی کی نسبت سے جو بھی ہوگا خیر کا باعث ہی ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ اور اس عظیم خانوادہ کے ماتھے کا جھومر تھے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے فرزند و جانشینؒ، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ کے پوتے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پڑپوتے تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے ساتھ میری نیاز مندی اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے وسیلہ سے تھی کہ ان بزرگوں کا باہمی قرب و تعلق مثالی تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو شیرانوالہ لاہور میں کوئی نہ کوئی مجلس ضرور جمتی اور میرا شمار اس دور میں شیرانوالہ کے حاضر باش شرکاء میں ہوا کرتا تھا، اس لئے متعدد بار ان برکات سے فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت قاری صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمیؒ کے ساتھ بھی اسی تسلسل میں نیاز مندی کا تعلق رہا اور جب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ کے ساتھ میں بھی شریک تھا، ہم تینوں کا قیام حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ کے مکان میں رہا اور چند روز تک ہم ان کی میزبانی کا حظ اٹھاتے رہے۔ ہمارے ساتھ گوجرانوالہ کے چند اور دوست مولانا مفتی محمد نعیم اللہ، قاری محمد یوسف عثمانی، جناب امان اللہ قادری، عبدالمتین چوہان مرحوم اور دیگر حضرات کے علاوہ بزرگ اہل حدیث عالم دین مولانا حکیم محمودؒ بھی اسی مکان میں ہمارے ساتھ قیام پذیر تھے۔ اس دورے میں حضرت قاری صاحبؒ کی رہائش گاہ کا قیام اور حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی دعوتیں اور مجالس میری زندگی کے یادگار لمحات میں سے ہیں۔

مولانا محمد سالم قاسمیؒ جب پاکستان تشریف لاتے تو میری کوشش ہوتی کہ کسی جگہ ان کی زیارت و ملاقات کی کوئی صورت بن جائے جس میں اکثر کامیاب ہو جاتا۔ ایک بار گوجرانوالہ تشریف لائے تو میرے گھر کو بھی رونق بخشی اور جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں میری رہائش گاہ پر ناشتہ کے لئے قدم رنجہ فرمایا۔ لاہور، راولپنڈی اور دیگر مقامات کی بعض ملاقاتیں ابھی تک ذہن کی اسکرین پر جھلملا رہی ہیں مگر ایک ملاقات بہت یادگار رہی۔ میں ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری کے ساتھ بنگلہ دیش کے سفر پر تھا، سلہٹ میں ایک پرانے اور معروف بزرگ حضرت شاہ جلالؒ کا مزار ہے جو لوگوں کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز ہے، میں اسے سلہٹ کا داتا دربار کہا کرتا ہوں، ہم وہاں اپنے پروگرام کے تحت گئے تو معلوم ہوا کہ دربار کے ساتھ جو دینی درسگاہ ہے وہ ہمارے ہم مسلک دوستوں کے زیر انتظام ہے اور وہاں حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی قیام گاہ پر پہنچ گئے تاکہ زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل ہو جائے۔ میزبانوں کو ایک پاکستانی مولوی کی کسی طے شدہ پروگرام کے بغیر ان سے ملاقات کرانے میں تردد تھا اور اس تردد کی وجہ بھی سمجھ آرہی تھی۔ میں نے ڈیوٹی پر موجود ایک صاحب کو اپنا نام لکھ کر دیا کہ حضرت کو صرف یہ نام بتا دیں اگر وہ اجازت دیں تو ملاقات کرا دیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے نام پڑھا تو بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ یہ ادھر کہاں آ گئے ہیں؟ بہرحال اذن باریابی مل گیا اور کچھ دیر محفل رہی۔ ایک بار جدہ کے سفر میں دوستوں نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں اور قریب ہی ایک دوست کے ہاں قیام پذیر ہیں۔ حاضری پر خوشی کا اظہار فرمایا، مختلف مسائل پر باہمی گفتگو ہوئی اور

دعاؤں سے نوازا۔ اسی طرح اور بھی بعض مقامات پر ملاقات وگفتگو کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مرحوم کے والد گرامی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اپنے دور کے بڑے خطباء میں شمار ہوتے تھے اور انہیں بجا طور پر خطیب اسلام کہا جاتا تھا۔ بلکہ میں نے ان کی پہلی زیارت اپنے طالب علمی کے دور میں ایک جلسہ میں ہی کی تھی جب لاہور کے انارکلی بازار میں بہت بڑا جلسہ تھا، والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ حضرت قاری صاحبؒ کی تقریر سننے کے لئے گوجرانوالہ سے لاہور تشریف لے گئے تو مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ میرا شاید کافیہ کا سال تھا اور میں نوعمر لڑکا ہی تھا مگر اس سفر کی بہت سی باتیں اور جلسہ کا منظر ابھی تک نگاہوں کے سامنے ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی باتیں تو یاد نہیں مگر ان کا سراپا اب بھی نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی خطابت اپنے والد گرامیؒ کی خطابت کا رنگ رکھتی تھی اور انہیں خطیب الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا مگر میرا طالب علمانہ ذوق حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کے لئے خطیب کی بجائے ''متکلم اسلام'' کے تعارف کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ متکلم کا اپنا دائرہ ہوتا ہے اور محدثین، فقہاء، مناظرین اور مفسرین کی طرح متکلمین بھی مستقل تعارف رکھتے ہیں۔ متکلم کا کام اپنے دور کی عقلیات کے دائرے اور ماحول میں اسلامی عقائد اور ان کی تعبیرات کی تشریح وتوضیح کرنا ہوتا ہے اور ہر دور میں جلیل القدر متکلمین امت مسلمہ کی راہنمائی کرتے رہے ہیں۔ جب دیوبندی مکتب فکر کی ان دائروں میں تقسیم کی بات ہوتی ہے تو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ہمارے سب سے بڑے متکلم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے، ان کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس محاذ کو سنبھالا اور پھر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ان دونوں کے ترجمان بن گئے۔ مولانا محمد سالم قاسمیؒ کی خطابت وتدریس میں بھی اس کی بھرپور جھلک پائی جاتی تھی اور بسا اوقات ان کی گفتگو سنتے ہوئے ہم آنکھیں بند کر کے حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی زیارت کا حظ اٹھا لیا کرتے تھے۔

دیوبندی متکلمین کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو ایک اور نام کا اضافہ کیے بغیر میری تسلی نہیں ہوتی اور وہ بزرگ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ہیں جو اپنے دور میں پنجابی زبان کے سب سے بڑے متکلم اسلام تھے اور عقائد کی مشکل سے مشکل تعبیر کو آسان مثالوں اور سادہ اسلوب میں عام آدمی کو سمجھا دینے کا کمال رکھتے تھے۔ مجھ سے ایک بار پوچھا گیا کہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت قاضی صاحب چوٹی کے خطیب تھے، حضرت جالندھریؒ کمال کے متکلم تھے اور حضرت لال حسین اخترؒ میدانِ مناظرہ کے شاہسوار تھے۔ تینوں کا مشن ایک ہی تھا مگر دائرہ کار اور اسلوب الگ الگ تھا اور یہ تینوں اسلوب کسی بھی دینی تحریک کی لازمی ضروریات میں شمار ہوتے ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خانوادہ کے ساتھ ساتھ ان کے اسلوب وذوق کے بھی ایک اور نمائندہ بزرگ ہم سے رخصت ہو گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور ان کے تمام متعلقین کو صبر وحوصلہ کے ساتھ ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۲۶؍اپریل ۲۰۱۸ء)

حافظ عبدالکریمؒ کا سانحۂ ارتحال

حافظ عبدالکریمؒ ہمارے بزرگ ساتھیوں میں سے تھے، جن کی ساری زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری۔ عالم نہ ہونے کے باوجود قادیانیت سے متعلق خاصی معلومات رکھتے تھے اور بہت سے حوالہ جات انہیں یاد تھے، بلکہ ان حوالہ جات کی فوٹو کاپی کرا کے قادیانیوں اور مسلمانوں میں تقسیم کرتے انہیں، لوگوں نے ڈرایا دھمکایا بھی، یہ راستہ پُرخطر راہ ہے، جس میں جان بھی جاسکتی ہے، تو بڑی بے اعتنائی سے فرمایا:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ڈیرہ اسماعیل خان مجلس کے امیر مولانا قاری محمد طارق مدظلہ نے ملاقات میں فرمایا: موصوف نے وفات سے دو تین روز پہلے مجھے بھی کچھ فوٹو اسٹیٹ کاپیاں دیں، معمولی سے بیمار ہوئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، ان کے بیٹوں سے ملاقات ہوئی۔ تعزیتی کلمات عرض کئے اور راقم نے انہیں کہا کہ آپ لوگ بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کے والد محترم کی پوری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی چوکیداری میں گزری۔ وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی اور فون پر بھی حوالہ جات پر گفتگو ہوتی رہتی۔ بہت ہی فکر والے انسان تھے۔ ان کی وفات ان کے پسماندگان کے لئے تو یقیناً صدمہ ہے ہی کہ اولاد دعاؤں کے خزانے سے محروم ہو گئی اور مجلس بھی ایک مشفق بزرگ کی شفقتوں اور سرپرستی سے محروم ہو گئی۔ اللہ پاک آپ کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

عقائد باطلہ کے مقابلہ کی ضرورت

اور اس کا طریقۂ کار

مولانا شاہ عالم گورکھپوری، دارالعلوم دیوبند

اسلام میں عقیدہ کو اوّلیت حاصل ہے، پہلے خدا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور کتابوں پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا ہے پھر اس کے بعد ہی اعمال کی ابتدا ہوتی ہے، تفسیر حدیث اور فقہ وغیرہ کی ضرورت بھی اسی شخص کو پڑے گی جس کا پہلے خدا، اس کے رسول اور خدا کی کتابوں پر ایمان ہوگا ورنہ احادیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ کو ماننا ایسا ہی بے سود ہوگا جیسے کہ بغیر بنیاد کے عمارت کھڑی کردی جائے۔ عقیدہ کی حیثیت اور اہمیت کسی پر پوشیدہ نہیں؛ مگر حیرت اس بات پر ہے کہ عقائد کی حفاظت کے لئے جو محنت درکار ہے اس میں مجموعی طور پر حد درجہ ہے۔ مدارس اسلامیہ میں داخل عقائد کے نصاب پر اور ان کی تعلیم اور انداز تعلیم و تعلّم پر اگر منصفانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے عقائد کے باب میں وہ محنت نہیں کی جاتی جو دیگر ابواب میں دور حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے۔

ماضی میں اسلامی عقائد پر جب یونانی فلسفہ نے یلغار کیا تو اس کے فریب کو توڑنے کے لئے ہمارے بزرگوں نے اس طرح محنتیں کیں کہ یونانی فلسفہ کی جادوگری آج خود فلسفیوں کے لئے مضحکہ خیز بن کر رہ گئی ہے، متکلمین اسلام کے وضع کردہ اصولوں نے فلسفہ کے راستے سے آنے والے ارتدادی سیلاب کو نہ صرف یہ کہ قیامت تک کے لئے بند کردیا؛ بلکہ نازک خیال فلسفیوں کو بھی ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا؛ لیکن آج صورت حال اس طرح بدل گئی ہے کہ جگہ جگہ فتنے پھیل رہے ہیں، نئے نئے ارتدادی فتنے مسلمانوں کے درمیان جنم لے رہے ہیں، قدیم فلسفیوں کے زہریلے اثرات کو نئی نئی تعبیرات وزبان میں پیش کرکے ایک بار پھر اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کی فکر میں بے شمار تنظیمیں شب و روز مصروف ہیں، اعمال میں تو خود مسلمانوں نے ہی دین کو بغیر ماہرین دین کے چلانے کی وکالت شروع کررکھی ہے؛ لیکن پانی سر سے اتنا اونچا ہو چکا ہے کہ عقائد میں بھی اب دین کو بغیر ماہرین دین کے چلانے کی وبا عام مسلمانوں میں پھیلنے لگی ہے، ہر دانشور اسلامی عقائد میں رائے زنی کرنا اپنا موروثی حق سمجھنے لگا ہے۔ پھر ملحد دانشوروں کی تکچھٹ مرزا قادیانی اور اس جیسے دیگر لوگ جیسے شکیل بن حنیف یا راشد شاز وغیرہ، اپنے آپ کو کیوں پیچھے رکھیں؛ چناں چہ وہ بھی مسلمانوں کے درمیان عقائد کی مضبوط تعلیم نہ ہونے کا جی بھر کے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ اس خودسری کا بھیانک نتیجہ؛ عقائدِ اسلامیہ کو بازیچۂ اطفال بنانے کی صورت میں نکلے گا، جیسا کہ عام طور پر اب دیکھنے میں بھی آرہا ہے کہ جگہ جگہ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد و نظریات کو تختۂ مشق بنایا جانے لگا ہے۔ میدان میں بالکل خاموشی کی بات تو نہیں کی جاسکتی؛ لیکن سوائے چند افراد اور دو ایک تنظیموں کے کتنے لوگ ہیں جو اس سیلاب بلاخیز کو روکنے کے لئے فکرمند ہیں؟

> عقائد اور علم کلام کی تعلیم کے لئے محنت میں کچھ اضافہ کیا جائے اور علم کلام کی تعلیم کو نہ صرف یہ کہ معقولیت و معنویت کے ساتھ اپنے اپنے مکاتب و مدارس کے نصاب کا جزو بنایا جائے؛ بلکہ عام فہم بیانات اور کتابوں کے ذریعہ مساجد کی صبح و شام کی تعلیم کا حصہ بنادیا جائے

فکرمندوں کا بھی حال یہ ہے کہ مرض کی بجائے علامات مرض کے علاج میں لگے ہیں؛ جب کہ فتنوں کی کثرت اِس مرض کی علامت ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ کمزور ہوچکا ہے اُسے مضبوط کیا جائے؛ تاکہ فتنوں سے بچاؤ میں مسلمان خود اپنی طاقت استعمال کرسکیں۔ علاج کا کامیاب طریقہ یہ ہے کہ مرض کو دور کیا جائے اور براہِ راست مرض کا علاج کیا جائے نہ کہ علامتوں کا؛ لیکن آج کل فتنوں کے پیچھے طرح طرح کی تنظیمیں قائم ہورہی ہیں، علامات مرض کے پیچھے دوڑ لگانے والے کچھ لوگ دکھائی دیتے ہیں؛ لیکن اصل مرض کے ازالے کی جانب توجہ کتنے لوگوں کی ہے؟

بلاشبہ اس میدان میں کام کرنے والی تنظیموں پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کے نبھانے میں وہ کوتاہ عمل ہیں؛ لیکن مسئلے کا حل کسی کو مورد الزام ٹھہرانے میں نہیں؛ بلکہ اس بات میں ہے کہ ایمان و عقائد کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کے سدباب کے

لئے عقائد اور علم کلام کی تعلیم کے لئے محنت میں کچھ اضافہ کیا جائے اور علم کلام کی تعلیم کو نہ صرف یہ کہ معقولیت و معنویت کے ساتھ اپنے اپنے مکاتب ومدارس کے نصاب کا جزو بنایا جائے؛ بلکہ عام فہم بیانات اور کتابوں کے ذریعہ مساجد کی صبح وشام کی تعلیم کا حصہ بنادیا جائے۔ متکلمین اسلام نے عقائد کوتحفظ فراہم کرنے کے لئے جو کامیاب ولاجواب علمی اور عقلی اصول دیے ہیں، اُن کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ کوملحوظ رکھتے ہوئے علاقائی اور رائج زبان و بیان کے ذریعہ عام مسلمانوں میں بھی اتنی صلاحیت پیدا کردی جائے کہ گلی کوچوں میں جنم لینے والی ارتدادی لہروں کا مسکت جواب دینے کی صلاحیت اُن میں پیدا ہوجائے۔

علم کلام جوعقائد کوتحفظ فراہم کرتا ہے اس سے بیگانگی اور ناواقفیت کے سبب آج کا مسلمان اس قدر مرعوب ہوگیا ہے کہ اگر کوئی قادیانی یا شکیلی کسی گلی کوچے میں وسوسہ ڈالے تو ہمارا نوجوان اس کو بہت بڑا تیر سمجھ کر مولانا صاحبوں کے پیچھے پڑ جائے گا کہ اس کا جواب کیا ہے؟ لیکن کوئی عالمِ دین مسجد کے منبر ومحراب سے معقول تر جواب دے دے تو اس کو لے کر قادیانیوں یا شکیلیوں کے پیچھے کبھی نہیں پڑتا کہ تم نے بلاوجہ کا یہ وسوسہ اسلام میں کیوں پیدا کیا؟ مسلمانوں کے درمیان مرعوبیت کی اس حالت کو اگر ختم کرنا ہے تو اس کے لئے معقول توڑ دریافت کرنا پڑے گا۔ راقم سطور نے اپنے بڑوں کی تحریرات وبیانات کی روشنی میں اس کا جو حل سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دورِ حاضر کی زبان میں علمِ کلام کے دلائل سے مسلمانوں کو مزین کردیا جائے۔ اگر اس باب میں بچپن کی تعلیم مضبوط ہوجائے تو عمر کے ہر مرحلے میں اُن دلائل سے وہ بھرپور فائدہ اٹھائیں گے اور قدیم علمِ کلام کو اپنی من پسند جدید زبان میں پاکر ہر دہریے اور ملحد کا توڑ، وہ خود دریافت کریں گے، بلکہ اسلامی عقائد کے روشن ماضی سے خود کو مربوط رکھنے کی ذمہ داری کو بھی وہ محسوس کریں گے۔

قدیم متکلمین اسلام کے مضامین کو جدید اور سہل زبان میں بیان کرنے یا سمجھنے کے لئے ،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، اسی طرح حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ وغیرہ اکابر دیوبند کے رسائل و مضامین جو بہ طور خاص عقائد اور کلام کے ہی موضوع پر تصنیف کیے گئے ہیں؛ شائقین اور دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نفع بخش ہوسکتے ہیں یا ان بزرگوں کی تحریرات کی روشنی میں اپنے اپنے علاقوں میں پیش آمدہ مخالفین اسلام کے اعتراضات ووساوس کے جوابات؛ نئی نئی مثالوں کے ذریعہ آسان زبان میں ترتیب بھی دیے جاسکتے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند انڈیا، مارچ ۲۰۱۸ء)

سیّدالکونین فخرِ انس وجاں ﷺ

سیّد الکونین فخرِ انس و جاں
وجہِ تخلیقِ زمین و آسماں
عیسیٰؑ مریمؑ نے دی جس کی نوید
رہگزر جس کی فلک پہ کہکشاں
وہ تمنائے ذبیحؑ و ابراہیمؑ
مظہرِ نورِ ازل آخر زماں
چھوڑ کر جبریلؑ کو سدرہ نشیں
بڑھ گئے آگے سفیرِ لامکاں
قاب قوسین فقط تمثیل ہے
قرب معبود و عبد ظاہر عیاں!
واجب و ممکن میں ظاہر ہے تمیز
خالق و مخلوق ہیں یکساں کہاں؟
ریگِ صحرائے عرب تیرے نصیب
تو ہے مہمانِ عرش کی میزباں
توسن و راہوار کو سنگلاخ راہ
تیری نسبت سے حریر و پرنیاں
کیا سعادت ہے جو مصباحؔ روزِ حشر
آپؐ کے دامن میں مل جائے اماں

خواجہ مصباح الدین راٹھور، سیالکوٹ

(۴) موجودہ حالات میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا پس منظر اور پیش منظر کے موضوع پر

علماء کنونشن گجرات سے مولانا اللہ وسایا کا خطاب

اور اسلام آباد ہائی کورٹ کا تاریخی اور تفصیلی فیصلہ

۱۰؍مارچ ۲۰۱۸ء کی ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کی تیاری کے لئے جگہ جگہ علماء کرام کے ضلعی کنونشن منعقد ہوئے۔ اس سلسلہ کا ایک کنونشن ۵؍مارچ ۲۰۱۸ء کو ضلع گجرات کے علماء کرام کا جامعہ حنفیہ پنجن کسانہ میں منعقد ہوا۔ اس میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ العالی کا بیان ہوا۔ جسے مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور دیگر احباب کی خواہش پر مولانا محمد رضوان عزیز صاحب نے اسے کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرایا، اس پر نظر ثانی اور حوالہ جات کا کام مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ نے کیا۔ اب یہ انتہائی تاریخی واہم دستاویز بن گئی ہے، گویا ۲؍اکتوبر ۲۰۱۷ء سے ۱۰؍مارچ ۲۰۱۸ء تک حکومتی کارستانیاں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد، کوششیں اور کاوشوں کا مفصل تذکرہ اس میں آگیا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے اسے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

﴿حلف نامہ/اقرار نامہ﴾

میں ....

(ووٹر کا نام) حلفیہ اقرار کرتا/کرتی ہوں کہ میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا/رکھتی ہوں اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا/کی پیروکار نہیں ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوے دار ہو اور نہ ہی میں ایسے دعوے دار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا/مانتی ہوں اور نہ ہی میں قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا/رکھتی ہوں یا خود کو احمدی کہتا/کہتی ہوں۔ (ووٹر کا نام و دستخط)

1.3 ایکٹ (XXX-111-2017) میں سیکشن 241 میں ترمیم مذکورہ ایکٹ میں سیکشن 241 میں سیمی کالم سے پہلے کلاز (F) ماسوائے آرٹیکلز 7-B اور 7-C حذف کیا جائے گا۔

﴿مقاصد اور اسباب کا بیان﴾

بل کے تحت جنرل الیکشن آرڈر 2002ء کے آرٹیکلز 7-B اور 7-C کے قانون کو متحد اور دوبارہ توثیق (چیف ایگزیکٹو آرڈر نمبر 7/2002) نئے سیکشن 48-A کا اضافہ الیکشن ایکٹ 2017ء میں درکار ہے۔ یہ بل حکومت کی جانب سے بھی پیش کیا گیا ہے۔“

....

آپ اور میں اللہ رب العزت کے حضور سر سجدے میں ڈال کے شکر ادا کریں دل کی گہرائیوں سے، کہ اللہ نے کرم کیا۔ اس دن قومی اسمبلی میں کراچی سے خیبر تک کسی بھی جماعت کا کوئی ممبر ایسا نہیں تھا جو اسمبلی کے اجلاس میں موجود ہو اور اس نے اس بل کی مخالفت کی ہو، ایک ممبر نے بھی مخالفت نہیں کی اور کہاں ۱۹۷۴ء کہاں ۲۰۱۷ء تینتالیس سال کے بعد ایک دفعہ پھر پوری اسمبلی نے مل کر قادیانیت کے کفر پر ٹھپہ لگایا۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ مسئلہ حل ہونا تھا سینیٹ سے، وہاں آپ کے نمائندہ اور جمعیت علماء اسلام کے کارکن حضرت حافظ حمد اللہ کو اللہ تعالیٰ نے کھڑے ہونے کی توفیق دی۔ مسئلہ حل ہونا تھا نیشنل اسمبلی میں، وہاں پر اللہ رب العزت نے جمعیت علماء اسلام کے قائد اور ان کے تمام تر ارکان کو یہاں پر کھڑے ہونے کی توفیق دی۔ مسئلہ حل ہونا تھا کورٹ سے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے رضا کاروں کو کھڑا ہونے کی توفیق دی، جہاں حل ہونا تھا مسئلہ، وہاں آپ تھے۔ جہاں شور شرابہ کرنا تھا، وہاں رضوی صاحب تھے۔ اس کے باوجود ہم نے تحریراً، تقریراً اور ملک بھر میں آل پارٹیز کانفرنسوں کے ذریعے ان کی حمایت کا اعلان کیا: ہم نے کہا: ان کے طریقہ کار سے اگرچہ اختلاف ہے، اس لئے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا مسئلہ کسی ایک گروہ یا ایک مسلک کا مسئلہ نہیں، بلکہ پاکستان بھر کے تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے، سب کے اتفاق اور مشورے سے آگے بڑھنا چاہئے، انہوں نے تو اپنے مسلک والوں کو ہی نہیں بلکہ اپنی جماعت کے دوسرے دھڑے کو بھی اپنے اعتماد میں نہیں لیا تھا۔ لیکن ان کے مطالبات صحیح ہیں۔ یہ اخبارات کی خبروں میں بھی اور اپنے ہفت روزہ ختم نبوت کے اداریوں میں بھی اس کا اظہار کیا۔ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت پروفیسر صاحب میرے مخدوم ہیں۔ میں اساتذہ کی طرح ان کا احترام کرتا ہوں، لیکن ان سے اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ رضوی صاحب نے ثمرات اکٹھے کئے۔ نہیں بلکہ وہ رسوائیوں کو گھر لے گئے۔ سوائے رسوائیوں کے انکی جھولی کے اندر کچھ نہیں پڑا۔

اب آیئے تفصیلات کی طرف! میں درخواست

کرتا ہوں دوالمیال پاکستان سے پہلے کا قصبہ ہے ۱۸۶۵ء میں وہاں پر مسجد بنی تھی بعد میں قادیانی فتنہ وہاں پر ہوا۔ انہوں نے اس مسجد پر قبضہ کیا۔ پورے اس گاؤں میں کوئی دیوبندیوں کی مسجد نہیں۔ وہ بریلوی دوستوں کی مسجد تھی، بریلوی دوستوں نے ۱۲ربیع الاوّل کو جلوس نکالا، قادیانیوں نے فائرنگ کی۔ ایک مسلمان تترال کے علاقے کا وہاں موقع پر جان بحق ہوا۔ قادیانیوں کے سات آدمی گرفتار ہوئے۔ جلوس نکالنے والوں کے ۱۰۷، ان کے صرف ۷۔ ہمارے ۱۰۷ سے زیادہ۔ مسلک کی پرواہ کیے بغیر، صرف قادیانی اپنے دشمن کو سامنے رکھ کر اگر اس کیس کی کسی سطح پر کسی نے آواز بلند کی ہے تو وہ آپ حضرات کی ختم نبوت کی جماعت ہے۔ اس کے لئے یکم فروری ۲۰۱۷ء بمقام ڈریم لینڈ ہوٹل کلب روڈ اسلام آباد میں ملک بھر کے تمام مسالک کی دینی، سیاسی اور مذہبی جماعتیں شریک ہوئیں۔ جس کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ:

۞...... اس سال 12 / ربیع الاوّل کو دوالمیال ضلع چکوال میں میلاد النبی کے جلوس پر قادیانیوں نے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک مسلمان شہید اور کئی مسلمان زخمی ہوئے۔ لیکن قادیانیوں کو قانون شکنی پر سزا دینے کی بجائے مسلمانوں پر جھوٹے مقدمات درج کر کے انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا اور مختلف ذرائع سے اب دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ مسلمان قادیانیوں کے خلاف درج کرائے گئے مقدمات واپس لیں۔

۞...... یہ اجتماع پاکستان کے اسلامی تشخص اور قومی خود مختاری کے خلاف بڑھتے ہوئے مسلسل عالمی دباؤ اور بین الاقوامی اداروں کی یلغار پر تشویش و اضطراب کا اظہار کرتا ہے اور دینی حلقوں کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کی اسلامی شناخت اور قومی خود مختاری کے معاملات کو سیاستدانوں اور اسٹیبلشمنٹ کے رحم وکرم پر چھوڑنے کی بجائے دینی قوتوں کو خود کردار ادا کرنا ہوگا۔

۞...... یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

1...... C-295 کے قانون کے خلاف سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے اور اس قانون کے بہر حال تحفظ کا دوٹوک اعلان کیا جائے۔

2...... ادارہ فزکس کا ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نام پر رکھنے کا فیصلہ واپس لیا جائے۔

3...... چناب نگر میں ”ریاست در ریاست“ کا ماحول ختم کیا جائے۔ حکومت کی دستوری اور قانونی رٹ بحال کرنے کے ٹھوس اقدامات کئے جائیں اور متوازی عدالتیں ختم کر کے ملک کے قانونی نظام کی بالادستی بحال کی جائے۔

4...... قادیانی چینلز کی نشریات کا نوٹس لیا جائے اور ملک کے دستور اور قانون کے تقاضوں کے منافی نشریات پر پابندی لگائی جائے۔

5...... قادیانی تعلیمی ادارے، انہیں واپس کرنے کی پالیسی عوامی جذبات اور ملک کی نظریاتی اساس کے منافی ہے۔ حکومت اس طرز عمل پر نظرثانی کرے اور قوم کو اعتماد میں لے۔

6...... دوالمیال چکوال میں قادیانیوں کی فائرنگ سے شہید اور زخمی ہونے والے مظلوموں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ علاقہ کے مسلمانوں کے مطالبات کو فوری طور پر پورا کیا جائے۔ شہید کے بارے میں ایف آئی آر (F.I.R) درج کی جائے، بے گناہ مسلمانوں کو رہا کیا جائے اور مسلمانوں کے خلاف جانبدارانہ رویہ اختیار کرنے والے حکام کے خلاف کارروائی کی جائے۔ (ہفت روزہ ختم نبوت ج:۳۶ شمارہ: ۸ ۲۵ تا ۳۰ / جمادی الاول ۱۴۳۸ھ ۲۲ تا ۲۸ / فروری ۲۰۱۷ء)

اس کے بعد کراچی پریس کلب میں ۲۰ / ستمبر ۲۰۱۷ء کو پھر آل پارٹیز کانفرنس بلائی۔

اور میں درخواست گزار ہوں آپ حضرات سے، میں دیوبندی ہوں، سکہ بند دیوبندی ہوں، مجھے اپنے دیوبندی ہونے پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے فخر ہے، میں اپنے دیوبندی ہونے کے لئے کسی سرٹیفکیٹ کا بھی محتاج نہیں۔ لیکن جہاں تک رحمت عالم ﷺ کے گنبد خضریٰ کی عزت اور ناموس کی بات ہوگی۔ میرے نزدیک کروڑوں دیوبند، کروڑوں بریلی، لکھنؤ اور دہلی قربان رحمت عالم ﷺ کے گنبد خضریٰ کی ایک اینٹ مبارک پر۔

میرے بھائیو! میں درخواست کرتا ہوں آپ حضرات سے جب یہ حضرات...... فیض آباد میں بیٹھے تھے، ان کے مطالبات سامنے آئے۔ ڈاک سے رجسٹرڈ خط ان کو علیحدہ لکھا اور اس کی کاپیاں موجود ہیں۔ ان سے درخواست کی کہ اگر آپ صرف وزیر کو معطل کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو گورنمنٹ کو تو نقصان ہوا، قادیانیوں کو کیا نقصان پہنچے گا؟ آپ اپنا مطالبہ ضرور کریں، لیکن مطالبات کے اندر توسع پیدا کریں۔ آپ کم از کم دوالمیال کے مسئلہ کو تو اس کے اندر لے آئیں۔ مسلمانوں کو رہا کرائیں۔ ان پر دہشت گردی کا کیس ہے وزیر کو معطل کرانا گورنمنٹ کو جتنا مشکل ہے، اتنا ان کے لیے کیس فارغ کرنا مشکل نہیں، دہشت گردی کی دفعات حذف ہو جائیں۔ مسلمانوں کو مسجد ملے۔ ان کی مسجد قادیانیوں کے قبضہ میں ہے، بحال ہو جائے لیکن انہوں نے ہمارے خطوط پر کیا توجہ کرنا تھی، ہمیں بھی معلوم تھا کہ وہ اسے سنجیدگی سے نہیں لیں گے۔ میں خود تترال گیا۔ تترال بالکل دوالمیال کے قریب میں ہے۔ وہاں کے ایک بریلوی عالم دین کی [illegible] کر کے، ان کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر اس کو آمادہ کیا

اور اللہ ان کو جزائے خیر دے وہ آمادہ ہوئے۔ بریلوی حضرات کا وفد بنا کر ان کے پاس گئے اور جا کر ان کو فیصل آباد والوں کو کہا کہ یہ مطالبہ اس کے اندر لے آئیں تو جناب رضوی صاحب نے واضح طور پر انکار کر دیا کہ میں اور کوئی مطالبہ شامل نہیں کرتا۔ اب ان کا وفد واپس آیا۔ پھر میں وفد کو ملنے کے لئے گیا۔ میں نے سوال کیا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: جی وہ نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں: تمہاری مدد کروں گا لیکن میں مطالبات میں شامل نہیں کرتا۔ میرا (جناب رضوی صاحب کا) ایک ہی مطالبہ ہے کہ وزیر کو ہٹاؤ۔ میں نے اس سے پوچھا: اس کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ یہ مطالبہ تو بہت آسان ہے۔ سیکنڈ لگے گا آپ حضرات کی جان چھوٹ جائے گی۔ آپ کو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کیوں شامل نہیں کرتے؟ یہ خود اس بریلوی عالم دین نے مجھ سے کہا کہ: مولانا ہم دیکھ کر آئے ہیں جن قوتوں نے ان کو وہاں پر بٹھایا ہے، مطالبے بھی انہوں نے دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک بات کی فکر نہیں کر رہے۔ میری بات سمجھے ہو؟ میاں لوگو؟ میں درخواست کر رہا ہوں، آگے چل کر وہ پیر سیال کے خلاف جو نعرے لگے، اس کا بھی پتہ ہے؟ اور پھر نواز شریف کے لئے اس سے بڑھ کر اللہ رب العزت کا کیا عذاب ہوگا؟ ہم جناب میاں صاحب کو کہہ کر اسے درخواست کرتے تھے وہ "ماں کی سری" سے شروع کرتا ہے "اوئے خنزیرا" پر ختم کرتا ہے۔ ٹھیک ہے! یہ تو پھر مکافات عمل ہے نا میاں!

اب میں درخواست کرتا ہوں آپ دوستوں سے۔ سرگودھا میں جلسہ ہوا۔ رضوی صاحب تشریف لے گئے۔ دیکھئے! آپ ہمارے مسلک کے دوست ہیں میرا اللہ مجھے نہ بھلائے تو میں نے شاید کسی نجی محفل میں یہ گفتگو کی ہو تو کی ہو، اس طرح کے پبلک اجلاس کے اندر میں نے کبھی گفتگو نہیں کی۔ اللہ کی ذات گواہ ہے کہ میں پہلی دفعہ دل کھول کر اپنے دکھڑے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ سرگودھا میں رضوی صاحب ابھی تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں پہ جلسہ تھا بھرپور اجتماع تھا، پوری کانفرنس میں ایک دفعہ قادیانیوں کا نام لے کر ان کی تردید نہیں کی گئی۔ میں کیسے سمجھ لوں کہ کام ہو رہا ہے؟ اب ذرا حوصلے سے مجھ مسکین کی درخواست سن لیں۔ آگے نقل کرنی ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

جس طرح ماضی قریب میں نادیدہ قوتوں نے ہمارے جذباتی رفقاء کو آگے کھڑا کر کے شیعہ وسنی اختلاف کو ہوا دی تھی، اس وقت لگتا یہ تھا کہ چار دنوں میں ان قضایا کا صفایا ہو جائے گا، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ وہ عظمت صحابہؓ کی بجائے استحکام پاکستان کی کانفرنسوں پر آ گئے، صحابہ کا نام لینا مشکل ہو گیا ہے۔ (سودا کے مریض کو میٹھا بھی دیا جائے تو کڑوا لگتا ہے) میری یہ آواز پتہ نہیں آپ حضرات کے ہاضمے ہضم بھی کر پائیں گے یا نہیں؟ میں نے یہ تلخ گفتگو اس لئے کی کہ ہمیں ڈر یہ لگ رہا تھا کہ کہیں ختم نبوت کے مسئلے کو اس طرح تشدد کی طرف لا کر اس کے ساتھ یہ حشر نہ کیا جائے۔

"فسوف تری اذا انکشف الغبار
اتحت رجلک فرس ام حمار"

ترجمہ: "جس وقت گرد بیٹھے گی اس وقت پتہ چلے گا تیرے نیچے گھوڑا تھا یا گدھا تھا۔"

اس وقت ختم نبوت کا نام لینا بھی مشکل ہو جائے، یہ ڈر لگ رہا تھا۔ میرے خیال میں آپ کسی پر پہاڑ رکھ دیں تو شاید وہ اتنی بے چینی محسوس نہ کرے گا، جتنی ان دنوں ہمارے دل و دماغ میں تھی۔ آپ جیسے جذباتی دوست فرما رہے تھے، وہ وہاں بیٹھے ہیں، ختم نبوت والے کیا کر رہے ہیں؟

شریفو! کوئی عقل مند کبھی کسی کے منتخب کردہ مورچے پر بھی لڑا کرتا ہے؟ عقل مند اپنی لڑائی کے لئے خود راستے بناتے ہیں، خود فیصلے کرتے ہیں، خود مورچے تیار کرتے ہیں۔ آپ نے قلاش سمجھ لیا اپنے رفقاء کو، اپنی جماعتوں کے قائدین کو، کہ وہ لوگوں کے کہنے پر، ان کی ٹیکیوں پر جا کر، غیروں کے آلہ کار بن جائیں گے؟ میں درخواست کرتا ہوں ان شاء اللہ العزیز! ہمارے مرنے کے بعد ہماری قبر کی مٹی بھی آپ دوستوں سے شرمسار نہیں ہوگی۔ ہم ختم نبوت کی خدمت نہ کر پائے تو اس مسئلے کو کبھی رسوا بھی نہیں ہونے دیں گے۔ آج میں اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے، اس کریم کے کرم کے صدقے میں، آپ دوستوں کی خدمت میں اس پوزیشن میں ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کروں کہ الحمدللہ! ہم نے اپنی حکمت عملی کے ساتھ اس مسئلے کو غیروں کے ہاتھوں غلط استعمال ہونے سے محفوظ کرا لیا ہے۔

میرے بھائیو! اب الیکشن کے لئے اس مسئلے کو استعمال کیا جا رہا ہے اور سیال شریف سے لے کر آپ کے گجرات تک اور گجرات سے لے کر سبزہ زار تک۔ یہ سارا تانہ بانہ بنا ہوا ہے۔ کیا معنیٰ؟ ہم ختم نبوت کے نام پر ووٹ لیں گے۔ بندگان خدا! تمہیں شکست ہو گئی تو پھر اس کا معنیٰ ہے ختم نبوت ہار گئی؟ کیا کر رہے ہو؟ جس طرح عقیدہ توحید کا تعلق میرے رب کی ذات کے ساتھ ہے، عقیدہ ختم نبوت کا تعلق محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ہے۔ اور مجھے یہ بھی اجازت دیں کہ میں آپ سے کہوں کہ: جس طرح توحید میں میرا رب وحدہ لاشریک ہے، خاتم النبیین ہونے میں حضورؐ بھی وحدہ لاشریک ہیں۔

حضرات گرامی! اب میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں، گرد بیٹھی ہے، اس پر بھی توجہ کریں۔ ایک حلقے میں ایک آدمی کہتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے ماننے والے ہیں، ہمیں ووٹ دو۔ اس

امیدوار کو دس ہزار ووٹ پڑتا ہے۔ اس کے مخالف امیدوار کو ۹۰ ہزار ووٹ پڑتا ہے، معاذاللہ! کیا کہا جائے گا کہ ۹۰ ہزار ووٹ ختم نبوت کے خلاف گیا ہے؟ بندگان خدا! الیکشن لڑنا ہے تو اپنے بل بوتے پر لڑو ناں۔ رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے مسئلے کو اپنے ذاتی قد کاٹھ کی بڑھوتری کے لئے کیوں استعمال کرتے ہو؟ اور میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں، جب تک جان میں جان باقی ہے، ان شاء اللہ! ختم نبوت کے مسئلے کو غلط مقاصد کے استعمال سے روکنے کے لئے ہم سدِّ سکندری ثابت ہوں گے۔

حضرات! ان حالات و واقعات میں اب ہمارے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا دوسرے مسلک کے دوستوں کو تو روک نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے بس میں ہے، وہ تو ہمیں کرنا چاہئے۔ ان حضرات کو تو کچھ کہہ نہیں سکتے۔ نہ وہ کسی کے کہنے سننے میں ہیں؟ وہ تو اپنوں کی نہیں سنتے، ہماری کیا سنیں گے۔ وہ جانیں ان کا کام جانے۔ ہاں! البتہ میں اللہ رب العزت کے گھر میں ان شاء اللہ! اس امید کے ساتھ بیٹھا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اخلاص بھری جدوجہد کو کبھی ضائع نہیں کریں گے۔ اس کے لئے خود مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میری باتیں یہ آ ؤٹ نہ ہوں۔ اس لیے کہ کل کو مجھے ان کے پاس بھی جانا ہے۔

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت اور ناموس رسالت صرف ایک مسلک کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان کا مسئلہ ہے: چاہے وہ بریلوی ہو یا دیوبندی، شیعہ ہو یا غیر مقلد، سیاسی ہو یا غیر سیاسی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور آپ کے منصب ختم نبوت کا تحفظ ہر ایک کا فریضہ ہے۔

پتہ نہیں کل کس کس کے دروازے پر جانے کی ضرورت پڑے گی؟ میں نہیں چاہتا کہ میں یہ گفتگو کروں، لیکن کہے بغیر بھی، سمجھائے بغیر بھی کوئی چارہ کار نہیں۔ خود بریلوی حضرات کے مشائخ عظام کی ابھی کانفرنس ہوئی ہے۔ اس کے اندر زیر بحث مسئلہ تھا کہ خادم حسین رضوی صاحب کیا کر رہے ہیں؟ اس کے اندر پاکپتن والے تھے۔ اس کے اندر کوٹ مٹھن والے تھے، اس کے اندر فلاں تھا، اس کے اندر فلاں تھا۔ نامی گرامی گدی نشین حضرات، یہ آپ حضرات کے سیالکوٹ کے پیر جماعت علی شاہ صاحب والے یہ سارے حضرات تھے۔ پچیس تیس حضرات انہوں نے میٹنگ کے اندر بطور مثال کے کہا کہ: دیوبندی حضرات کو ایک عنوان پر لاکر ان کا صفایا کیا گیا ہے۔ اس عنوان پر لاکر رضوی صاحب ہمارا صفایا تو نہیں کرا رہے؟ دیوبندیوں کے اس عمل سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ وہ اتنے محتاط ہو گئے ہیں کہ اب وہ اس طرح کے کسی بھی اقدام کے لئے تیار نہیں۔ جس مرحلے سے وہ گزر چکے ہیں، اس مرحلے میں اپنے آپ کو کیوں ڈالتے ہو؟ یہ کہہ کر انہوں نے آپ حضرات کی جماعت کو اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ ہم کامیاب ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم کامیاب ہیں اور کامران بھی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ان شاء اللہ! تاریخ میں بھی شرمندہ نہیں ہوں گے اور کل قیامت کے دن اپنے بزرگوں کے سامنے بھی شرمندہ نہیں ہوں گے۔

اب میں درخواست کرتا ہوں ان تمام تر حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر کہ آپ حضرات کی مسکین جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۰ مارچ کو لاہور کی کانفرنس کا اعلان کیا اور اس وقت لاہور کے قریب کے پانچ سات اضلاع ختم نبوت کا پنڈال بنے ہوئے ہیں۔ سات ہزار بینر صرف آج رات لگنا ہیں، صرف لاہور میں سات ہزار بینر، آپ آئیں گے تو حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کی بہاروں سے سجا ہوا لاہور دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ!

علماء کرام! اپنے اپنے طور پر تین ہزار [illegible] صرف گوجرانوالہ کی دینی قیادت نے، علماء کرام نے لگائے ہیں مجلس ختم نبوت نے بھی حصہ ضرور ڈالا، لیکن باقی سارا انہوں نے اپنی طرف سے کیا۔ آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں ختم نبوت کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ اس کے فنڈ کو غلط استعمال ہونے سے روکا جائے۔ آپ حضرات اپنے اپنے طور پر اس کے لیے کوشش کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ پیسہ حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے دے رہے ہیں۔ اگر ایک پیسے کی بھی ہیر پھیر ہوگئی تو کل قیامت کے دن اس کے مدعی بھی محمد عربی ﷺ ہوں گے۔

میرے بھائیو! میں شکر گزار ہوں اپنے مخدوم زادہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کا جو اس ادارہ کے سربراہ ہیں۔ (جامعہ حنفیہ پنجن کسانہ کے اور) حضرت مولانا محمد عمر عثمانی صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب مبلغ ختم نبوت کا کہ ان حضرات نے فرمایا کہ گجرات میں ختم نبوت کے نام پر جلسہ کرنے کا ہمیں موقع دیا جائے۔ میں ان سے کہتا ہوں: اللہ رب العزت خیر کرے، ابھی ہمارے مدارس کے امتحان شروع ہو جائیں گے۔ اس سے فارغ ہوئے تو شعبان ہے۔ اس سے فارغ ہوئے تو رمضان شریف ہے۔ عید کے بعد جو تاریخ چاہیں، آپ مقرر کرلیں، ہمیں آپ اپنا خادم اور رضا کار پائیں گے۔ لیکن جلسہ ایسا کریں کہ صرف دوست دشمن نہیں، فرشتے بھی آسمان سے جھانکیں تو کہیں حضور ﷺ کی امت زندہ ہے۔ اس میں تمام مسالک کے معتدل خطیبوں کو بلایا جائے۔ انتہاء پسندی، فرقہ پرستی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی۔ ۱۰ مارچ کی ختم نبوت کی تیاری کریں۔

تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد! (جاری ہے)

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۹)

حافظ عبیداللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے بارے میں چند شکوک وشبہات کا جائزہ

جماعت مرزائیہ کے لوگ جب قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے رفع ونزول کا انکار ثابت نہیں کرسکتے بلکہ الٹا قرآن کریم سے رفع الی السماء اور احادیث متواترہ سے نزول من السماء ثابت ہوتا ہے، تو پھر وہ چند منطقی قسم کے شبہات پیش کرکے اپنے سادہ لوح قادیانیوں اور عام مسلمانوں کے ذہنوں میں اس عقیدہ کے بارے میں شک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے مختصر طور پر ان شبہات کا بھی جائزہ لے لیا جائے، اگرچہ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک پہنچنے ہی نہیں دیا اور اس سے پہلے ہی ان کا رفع کرلیا، اور اللہ کے حبیب نے اللہ کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہی نازل ہوں گے اور آسمان سے نازل ہوں گے (جو پہلے قرآن وحدیث سے ہم ثابت کرآئے ہیں) لہٰذا ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ کیسے آسمان پر گئے؟ وہاں کیا کھاتے پیتے ہوں گے؟ وہ اتنا لمبا عرصہ کیسے زندہ رہیں گے؟ وغیرہ، یہ سب اس اللہ کی ذمہ داری ہے جو انہیں اپنی قدرت کاملہ سے زندہ سلامت آسمان پر لے گیا، تاہم صرف اتمام حجت کے لئے ہم ان مرزائی شبہات کا تجزیہ کرتے ہیں۔

شبہ نمبر 1

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر چلے جانا اور پھر اتنے لمبے عرصہ تک زندہ رہنا عقل میں نہیں آتا۔

جواب نمبر 1 ...... کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا سرد ہوجانا عقل میں آتا ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے ”ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ابتلاء کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کردیا“ (حقیقۃ الوحی، رخ22، صفحہ 52)۔

کیا حضرت یونس علیہ السلام کا تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا عقل میں آتا ہے؟ مرزا قادیانی نے لکھا ہے ”جیسے یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور مرا نہیں“ (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3، صفحہ 303)۔

پھر کیا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا عقل میں آتا ہے؟ آپ کا ولادت کے بعد فوراً اپنی ماں کی گود میں کلام کرنا عقل میں آتا ہے؟، انبیاء کے معجزات مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کے لئے پہاڑ سے اونٹنی نکلنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا وغیرہ سب عقل میں نہیں آتے تو کیا معجزات انبیاء کا انکار کردیا جائے؟، انبیاء کے معجزات سب خارق عادت ہی ہوتے ہیں، اگر صرف عقل ہی سب کچھ ہوتی تو پھر اللہ کو اپنے انبیاء بھیج کر ان پر وحی نازل کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی، انبیاء کرام کے مخالفین بھی تو یہی کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جب جسم مٹی میں مل جائے گا اور ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی تو اس کا دوبارہ زندہ ہونا عقل میں نہیں آتا، جنت وجہنم ہماری عقل میں نہیں آتے وغیرہ، لیکن مومن وہ کہلائے جو اللہ کی وحی پر ایمان لائے نہ کہ اپنی عقل کی آواز پر، آیئے مرزا قادیانی کی چند تحریریں پڑھتے ہیں:

”عقل انسان کو خدا سے نہیں ملاتی بلکہ خدا سے انکار کراتی ہے، پکا فلسفی وہ ہوتا ہے جو خدا کو نہیں مانتا۔“ (ملفوظات، جلد2، صفحہ 592)

”اگر قرآن وحدیث کے مقابل پر ایک جہاں عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔“ (ازالہ اوہام، رخ3، صفحہ 552)

اور جب قرآن وحدیث یہ بتارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھالیا اور وہی آسمان سے نازل ہوں گے (اس کے دلائل پہلے بیان ہوچکے) تو یہ بات قادیانی عقل میں کیوں نہیں سماتی؟، نیز مرزا نے لکھا تھا:

”کیونکہ سلف، خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنیوالی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3، صفحہ 293)

”سلف“ کا مطلب ہے وہ لوگ جو پہلے گذر چکے اور ”خلف“ کہتے ہیں بعد میں آنے والوں کو، تو

جب مرزا قادیانی سے پہلے 1300 سال میں گذرے "سلف" کا اس پر اجماع تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھایا تھا اور وہ قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے (حوالہ جات پہلے گذر چکے) تو ان کی شہادت قبول کیوں نہیں کی جاتی؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کسی انسان کا اتنی لمبے عرصے تک زندہ رہنا بھی عقل میں نہیں آتا تو اس کی مثال بھی قرآن کریم میں موجود ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد ارسلنا نوحاً الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاماً فاخذهم الطوفان وهم ظالمون﴾ تحقیق بھیجا ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف پس وہ رہے ان کے اندر پچاس کم ایک ہزار سال، پھر (اس کے بعد) انہیں طوفان نے پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ (العنکبوت:14)

اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بعثت کے بعد اپنی قوم پر طوفان آنے سے پہلے تک 950 سال اپنی قوم کے اندر رہے (بعثت سے پہلے اور طوفان کے بعد کی عمر اس کے علاوہ ہے)، نیز حضرت نوح علیہ السلام کی 950 سال عمر کا ذکر تو بائبل میں بھی ہے بلکہ وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ طوفان کے بعد بھی آپ 350 سال زندہ رہے (دیکھیں: عہد نامہ قدیم، پیدائش، باب 9 آیات 28 تا 29)، تو جو اللہ حضرت نوح علیہ السلام کو اتنی لمبی عمر دے سکتا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اتنا طویل عرصہ زندہ نہیں رکھ سکتا؟، یہاں ایک بات کی طرف آپ کی توجہ دلاتا جاؤں کہ آپ نے ایک محاورہ سنا ہوگا کہ "ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں"، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کا لمبا ہونا قادیانیوں کو ہضم نہیں ہوا لہٰذا انہوں نے قرآن کریم کی اس صریح آیت کے برخلاف تحریف معنوی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کے سامنے یہودیوں کی تحریفات بھی ہیچ معلوم ہوتی ہیں، دوسرے قادیانی خلیفہ اور مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے اس آیت کریمہ کے نیچے لکھا:

"مراد نوح علیہ السلام کی عمر نہیں بلکہ اُن کی نبوت کا زمانہ مراد ہے یا اُن کی قوم کا وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ نیک رہی۔" (تفسیر صغیر صفحہ 515)

یعنی وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس آیت میں جو حضرت نوح علیہ السلام کے 950 سال اپنی قوم کے اندر رہنے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا ہے یعنی آپ کے بعد اگلا نبی اتنے عرصہ پر آیا، یا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد آپ کی قوم اتنا عرصہ آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہی، یہ من گھڑت تفسیر بلکہ تحریف صرف اس لئے کی گئی تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اتنی لمبی ہوسکتی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر پر اعتراض کیسا؟ لیکن قرآن کریم کی آیت میں صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ 950 تک اپنی قوم کے اندر رہنا طوفان نوح سے پہلے کی بات ہے کیونکہ آگے لفظ ہیں ﴿فاخذهم الطوفان﴾ اس کے بعد ان پر طوفان آیا، عربی میں حرف "ف" تعقیب کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا کسی چیز کے بعد واقع ہونا بیان کرنا ہو تو "ف" لایا جاتا ہے، لہٰذا یہاں یہ احمقانہ بات کرنا کہ اس آیت میں یہ بیان نہیں کہ حضرت نوح اتنی مدت زندہ رہے بلکہ یہ مراد ہے کہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا ہے سراسر تحریف ہے کیونکہ یہاں طوفان سے پہلے 950 سال اپنی قوم کے اندر رہنے کا صاف ذکر ہے، اور طوفان اس کے بعد آیا اور ظاہر ہے طوفان حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں ہی آیا تھا۔

اور سب سے اہم بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ زمین سے نکال کر آسمان پر لے گیا جسے قرآن نے ﴿بل رفعه الله الیه﴾ سے بیان کیا ہے، اب چونکہ وہ آسمان پر ہیں اس لئے ان پر زمین کے وقت کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ آسمان کے ماحول اور وقت کا اطلاق ہوگا، اور اللہ نے فرمایا ہے کہ ﴿وان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون﴾ تیرے رب کے ہاں ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے (الحج:47)، تو اس حساب سے ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر گئے تین دن بھی پورے نہیں ہوئے، کیونکہ زمین کے دو ہزار سال تو اللہ کے ہاں صرف دو دن ہوئے۔

جواب نمبر 2...... کیا ایک "بکرے" کا "بکری" کی طرح دودھ دینا، مردوں کا عورتوں کی طرح دودھ دینا اور پھر بچے کا اپنے باپ کے دودھ سے پرورش پانا، خشک مٹی سے چوہا پیدا ہونا جس کا آدھا حصہ مٹی اور آدھا چوہا ہو، اور کسی کی "ایڑی" (جسے مرزا نے پنجابی میں "اڈی" لکھا ہے) میں سے پاخانے کا جاری ہونا عقل میں آتا ہے؟ جبکہ مرزا قادیانی نے ان سب چیزوں کا بالفعل واقع ہونا لکھا ہے۔ (دیکھیں: سرمہ چشم آریہ، رخ 2، صفحہ 99)۔

شبہ نمبر 2

آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کھاتے/پیتے ہوں گے؟

جواب نمبر 1...... جنت سے زمین پر آنے سے پہلے جو خوراک حضرت آدم علیہ السلام کی تھی وہی خوراک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہوتی ہوگی، کیونکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے ﴿ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم﴾ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی حالت کی طرح ہے (آل عمران:59)

(جاری ہے)

REGD.SS.160

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاویٰ ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486